

میلیہ

شہداء آباد
پاکستان

ماہنامہ

رجح الثانی ۱۴۳۲ھ بمطابق مارچ ۲۰۱۱ء

www.milliafsd.com

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابو نعیم مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی
خلیفہ جابر حضرت سید نقیس الحسین رحمہ اللہ

حضرت سید نفیس حسینی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

گھر گھر اُجالا

حضورِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا

ظہورِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا

بنایا خدا نے سراجِ مُنیرا

ہے نورِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا



ہے ذاتِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا

صفاتِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا

یہ انوارِ ذات و صفات ، اللہ اللہ!

حیاتِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کلمۃ الحبيب

جلد نمبر 7 ربيع الثاني 1432ھ

بمطابق

مارچ 2011ء شماره نمبر 4

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانوی
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری

بفیض

حضرت سید نفیس الحسنی
رحمة الله عليه

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی

نائب مدیر

جولاء الرحمن لدھیانوی

مدیر

جمہل الرحمن لدھیانوی

فی شماره 20 روپے پاکستان میں سالانہ 200 روپے
سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 40 امریکی ڈالر

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

کلمۃ الحبيب جامعہ ملیہ اسلامیہ

رابطہ کے لیے

ناشر..... حبیب الرحمن لدھیانوی مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد Decl No. 3483-85

کلمہ الحبيب

صلیبی ایوانوں میں اسلامی قانون کی صدائے بازگشت

ابنیں حبیب الرحمن لدھیانوی

الحمد لله و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

جب سے ریمنڈ ڈیوس نامی ایک امریکی لاہور کے مزنگ چوک میں دو پاکستانی نوجوانوں کو قتل کرنے کے جرم میں گرفتار ہوا ہے اس وقت سے ہمارے پاکستانی صاحبان اقتدار نہ صرف پریشان ہیں بلکہ پشیمان نظر آ رہے ہیں۔ ان کی حالت ناقابل بیان ہے، نہ اسے چھوڑ سکتے ہیں اس لئے کہ انہیں عوامی رد عمل کا اندیشہ ہے۔ اور نہ ہی اسے اپنے پاس قید رکھ کر اسے سزا دے سکتے ہیں، اس لئے کہ ریمنڈ ڈیوس ہمارے غیر ملکی آقا کا خاص آدمی ہے، اور ہم اپنے آقا کی ناراضگی مول نہیں لے سکتے۔ کیونکہ ہمارے حکمرانوں کا سب کچھ ”ڈالر، پاؤنڈ، یورو، جائیداد، اولاد، انہی آقاؤں کے قبضے میں ہے۔

ہمارے غیر ملکی آقا بڑے ہی سمجھ دار ہیں وہ کبھی گھائٹے کا سودا نہیں کرتے، وہ بزنس مائنڈ ڈ ہیں وہ جب کچھ دیتے ہیں تو بجمع سود حاصل کرتے ہیں۔ جب بھی ہمارے ملک میں کسی کو حاکم مقرر کرتے ہیں تو اس کی رقم بطور ضمانت اور اس کی جائیداد بطور رہن اور ان کی اولاد تعلیم تربیت کے نام پر بطور بریغمال پہلے سے ہی اپنے ملک میں محفوظ کر لیتے ہیں، اور بعض اوقات بذات خود انہی چاکروں کو اپنے ملک میں پناہ دیدتے ہیں، مگر ان کے ٹیلیفونک خطابات کا سلسلہ جاری رہتا ہے، تاکہ سرکشی کا خیال کسی کے دل میں نہ آئے۔ اصولی طور پر ہمارے ملک کے حکمرانوں نے اپنے آقا کا یہ کارندہ قید نہیں بلکہ محفوظ کیا ہے۔ تاکہ ہمارے ملک کے ستائے ہوئے عوام اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اس آقا کے کارندے کو وہ تمام سہولتیں مہیا کر دی گئی ہیں جو کسی ہنی مون منانے والے کو دی جاتی ہیں۔ اس کارندے نے بڑی رعونت کے ساتھ ہماری عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر عدالت کو بھی ٹھکرا دیا ہے۔

کمرہ عدالت میں جج کے روبرو اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ آپ کو میرے اوپر کوئی بھی فرد جرم عائد کرنے کا اختیار نہیں۔ اس پر عدالت اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکی۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں کو اپنے عوام سے ڈر ہے۔ وہ عوام جس پر روزانہ مہنگائی کا طوفان برپا کر دیا جاتا ہے، وہ عوام جس کا بجلی، پانی، گیس بند کر دیا گیا ہے، وہ عوام جس کی مزدوری کرنے والی فیکٹریاں بند کر دی گئی ہیں۔ وہ عوام اب بھری ہوئی نظر آ رہی ہے۔ کیونکہ اب تو ان ملکوں کی عوام نے بھی غیرت کی انگڑائی لے کر اپنے اوپر کئی دہائیوں سے مسلط حکمرانوں سے تاج و تخت چھین لئے ہیں جنہوں نے عوام کو افلاس کی چکی میں پیس ڈالا تھا۔ پاکستانی عوام کی ایمانی غیرت کی انگڑائی کا نظارہ تو ابھی تو ہین رسالت کے قوانین کے مسئلہ میں ہمارے حکمران دیکھ ہی چکے ہیں۔ اس لئے ان کو ڈر ہے کہ کہیں پھر ان کے آس پاس ان کا پہرا دینے والے بغاوت نہ کر دیں۔ اس لئے بڑا پھونک پھونک کر قدم رکھا جا رہا ہے۔

دوسری طرف امریکہ نے پہلے تو یہ کہا کہ ریمینڈ ڈیوس نے اپنے دفاع میں گولی چلائی، پھر یہ رٹ لگائی کہ یہ سفارتی آدمی ہے اور ویانا کنونشن کے مطابق اس کو اس بات کا استثناء حاصل ہے کہ یہ جس کو چاہے قتل کر ڈالے اس پر کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے مگر اتنا ضرور عرض کر دیتے ہیں کہ ملاں عبدالسلام ضعیف جو کہ افغانستان کے سفیر تھے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تھا، اس پر جس انداز سے ظلم کے پہاڑ توڑے گئے وہ بھی غالباً ویانا کنونشن کے مطابق کئے ہوئے۔ دوسری بات یہ کہ عدالت کے استفسار کے باوجود تادم تحریر کوئی ایسا ثبوت عدالت میں اور عوام کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکا جس سے اس کا سفارت کار ہونا ظاہر ہو جائے۔

چنانچہ عوام کے جذبات کو مد نظر رکھتے ہوئے کئی شوشے چھوڑے جا رہے ہیں۔ مقصد سب کا ایک ہی ہے وہ یہ کہ کسی نہ کسی طرح سے آقائی کارندے کوئی چھوڑ دیا جائے، سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، ملک بچے نہ بچے مگر اپنا سب کچھ بچا لیا جائے۔ اس کام کے لئے غیر ملکی پالتو این، جی، اوز، کو بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ہماری ملک میں انسانی حقوق کے نام پر کھرام برپا کر دینے والی سول سوسائٹی کہیں بھی نظر نہیں آ رہی۔ مقتولوں، مظلوموں کے حق میں ان کی طرف سے کوئی آواز نکلی اور نہ کوئی جلوس نکلا۔

ایک شوشہ یہ ہے کہ عافیہ صدیقی کے ساتھ مجرمانہ تبادلہ کر لیا جائے۔ کیا خوب، عافیہ صدیقی

کے خلاف تو کوئی جرم ثابت ہی نہیں ہوا۔ جبکہ ڈیوس نے سر باز ا قتل عام کیا ہے، جس کے نہ صرف سینکڑوں گواہ ہیں بلکہ وہ خود بھی اور اس کے سرپرست امریکی صدر سے لے کر نچلے درجہ تک کے سفارتی اہلکار اس جرم کا اقبال کر رہے ہیں، بس صرف ان کا مطالبہ ہے کہ اس جرم کے کرنے کے باوجود یہ سزا کا مستحق نہیں، اگر مستحق ہے بھی تب بھی پاکستانی جیسی بچ، مغلوب، محکوم قوم کو ہم یہ اختیار نہیں دے سکتے کہ وہ اعلیٰ وارفع نسل کے لوگوں کو سزا دے۔ اگر سزا دینا بہت ہی ضروری ہے تو ہم خود اپنے معیار کے مطابق دینگے۔ دوسرا شوشہ یہ چھوڑا جا رہا ہے کہ اسلام کے نظام عدل میں ایک مسئلہ خون بہا کا ہے۔ یعنی اگر مقتول کے وارث کچھ رقم لے کر قاتل کو معاف کر دیں تو سزائے ختم ہو جاتی ہے۔ میڈیا کی اطلاع کے مطابق اب اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ کسی نہ کسی طرح مقتولوں کے وارثوں کو اس بات پر راضی کر لیا جائے کہ وہ قاتل ریمنڈ ڈیوس کو خون بہا لے کر معاف کر دیں۔ یا پھر امریکی گرین کارڈ کا حربہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ ابھی تک تو یہ باتیں خبروں کی حد تک ہیں۔ ہمارے ہاں ایسی خبروں پر عملدرآمد بہت جلد کیا جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کب اور کیسے ہوتا ہے۔

ہمارے غیر ملکی آقاؤں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ اسلام اور اس کے قانون کی بڑی حد تک مخالفت کرو، اس کو وحشیانہ قرار دو، مگر جب کبھی ضرورت پڑ جائے تو اسی وحشیانہ قانون کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کر ڈالو۔ مجھے یاد ہے کہ جب ضیاء الحق شہید کے دور میں یہ قانون متعارف کرایا گیا تھا تو اس وقت عالمی سطح پر اس کے خلاف آواز اٹھائی گئی تھی، بے نظیر بھٹو نے شدت کے ساتھ اس قانون کی مخالفت میں پیش پیش تھیں، اور کہا تھا کہ یہ قانون ملک میں قتل غارت گری عام کر دے گا۔

جو مال دار ہوگا اپنی مرضی سے جس کو چاہے قتل کر دے گا اور پھر مقتول کے ورثا کو خون بہا دے کر معافی حاصل کر لیا کرے گا۔ مگر آج اسی بے نظیر کی پارٹی اسی قانون کو حرکت میں لا کر اور لوگوں کو اسلام میں معافی کا فلسفہ سمجھا کر استعمال کرنا چاہتی ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک انسان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ مال و دولت ہی سب کچھ ہے، یہی وجہ ہے کہ غیر ملکی ہمارے ملک میں ڈرون حملے کر رہے ہیں، کیونکہ ان مرنے والوں کا کوئی وارث سامنے نہیں آتا اس لئے اس کا خون بہا ہمارے حکمران خود وصول کرتے ہیں اور اپنے غیر ملکی اکاؤنٹ میں منتقل کر دیتے ہیں۔ ان کے حقیقی ورثا میں سے اگر کوئی سامنے آتا بھی ہے تو اس کو دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے۔ ہماری حکمرانوں کو اپنے

ملک کے لوگ زندہ یا مردہ غیر کے ہاتھ دے کر اس کی قیمت وصول کرنے کی عادت پڑ چکی ہے، اپنی اسی عادت کو پورا کرنے کے لئے اسلام کے قانون خون بہا کو یہاں پر آزمایا جا رہا ہے۔

یہود و نصاریٰ کا تو یہ کام ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کرو، مگر جب ضرورت پڑے تو انہی مسلمانوں سے اسلامی قانون کے ذریعہ اپنے مسائل حل کروالو۔ یہ کوئی نیا حربہ نہیں ہے بلکہ پرانا حربہ ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی ایسا واقعہ پیش آیا۔ جب مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے پہلی اسلامی حکومت قائم کی، اور اسلامی قانون کا نفاذ عمل میں لایا گیا، تو انہی دنوں مدینہ میں ایک یہودی نوجوان نے زنا کا ارتکاب کیا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی، مقدمہ قائم ہوا۔ اسلام میں زانی کے لئے قانون یہ ہے کہ اگر زنا کرنے والا شادی شدہ ہے تو سنگسار کیا جائے گا اور اگر کنوارا ہے تو اسے سو (۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں گے۔ یہودیوں کی کتاب تورات کے قانون کے مطابق زنا کرنے والا شادی شدہ ہو یا کنوارا، دونوں صورتوں میں اسے سنگسار کیا جائے گا۔ یہودیوں کا یہ آدمی کنوارا تھا اس لئے یہودیوں کی خواہش تھی کہ ان کے آدمی کو تورات کے قانون کے مطابق سزا نہ دی جائے بلکہ اسلامی قانون کے مطابق اس کو کوڑے لگا دیئے جائیں۔ مگر جناب رسالت مآب ﷺ نے تورات کے قانون کے مطابق اس یہودی کو سزا سنائی۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے نام نہاد مسلمان کارندوں سے ہمیشہ اپنے مفاد کی خاطر اسلام کو استعمال کیا۔ برصغیر میں ۱۸۵۷ء میں جب انگریز کے خلاف جنگ آزادی کا طبل بجا، تو اس وقت اس میں پیش پیش مسلمان قوم تھی۔ اس کی وجہ اس وقت کے حق پرست علماء کی طرف سے انگریز کے خلاف فتویٰ فرضیت جہاد بھی تھا۔ بعد میں انگریز نے اسلام پر مسلمانوں کی جانفشانی دیکھ کر مسلمانوں ہی میں سے ایسے افراد کو چنا جنہوں نے اسلام کے نام پر امت کو تقسیم در تقسیم کیا۔

ابتدا سر سید احمد خان سے ہوئی، اس نے اسلام کے معانی بدل دیئے، پھر اس کی روحانی ذریت نے اپنی مرضی سے اسلام اور اس کے قوانین کی تشریح کی۔ اسلام کے نام کو اپنے مفادات کی لئے ملاں نے اتنا استعمال نہیں کیا جتنا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے کارندوں کے ذریعہ استعمال کیا۔ برصغیر میں دو قومی نظریہ کی بنیاد اسلام کے نام کو استعمال کر کے ہی ڈالی گئی۔ یہ کسی ملاں کی اختراع نہیں بلکہ ان مسٹروں کی اصطلاح تھی جن کے پیچھے انگریزی مفادات کا فرما تھے۔

جن کا مقصد ملاں سے مسائل کا حل لے کر مسٹر کے ہاتھ میں دینا تھا۔ یہ موضوع بڑا وسیع ہے، اس پر پھر کبھی قلم اٹھاؤں گا، فی الحال یہ بتانا مقصود ہے کہ اب غیر ملکی آقاؤں کی جان اسلامی قانون کے طوطے میں اٹکی ہوئی ہے، اس لئے آقا اپنے غلاموں کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ جس طرح بھی ہوا اپنے مذہبی قوانین کو استعمال کر کے ہمارے کارندے کی جان بچاؤ۔

اسلام ایک ایسا صاف ستھرا عدل کرنے والا مذہب ہے کہ یہ دنیا کے ہر مذہب کے لوگوں کو انصاف مہیا کرتا ہے۔ اسلام ہر مذہب کے مظلوم کی داد دے کر دیتا ہے۔ مگر غیر مسلم اس کی حقانیت کو تسلیم کرنے کی بجائے اس کو اپنے فتنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ اب ہمارے ملک میں اس پر کام شروع ہو چکا ہے۔ ریمینڈ ڈیوس کو بچانے کے لئے مقتولوں کے وارثوں پر دباؤ بڑھا دیا گیا ہے۔ اور سول سوسائٹی کے کارندے معافی کے فضائل بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ گرین کارڈ کی خوشخبری دی جا رہی ہے، کہا جا رہا ہے کہ ریمینڈ کو سزا دینے کے باوجود مرنے والا تو واپس نہیں آ سکتا، گرین کارڈ مل جانے سے گھر والوں کی تمام پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کل کیا ہونے والا ہے، اور اس کے نتائج کیا نکلیں گے۔

البتہ اتنا ضرور جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں اب دہشت گردی کا ایک نیا ”لاوٹی“ اُبالا جائے گا، ملک کو افراتفری میں مبتلا کر دیا جائے گا تا کہ ہر کوئی اپنی ہی مصیبت میں پڑ جائے اور کسی کو یہ ہوش نہ رہے کہ ریمینڈ ڈیوس کون ہے اور اب اس کا کیا کرنا ہے۔ اور اس کے تمام الزامات مذہبی اور دینی تنظیموں پر لگائے جائیں گے، سول سوسائٹی اس میں کود پڑے گی، ٹی، وی پر مباحثے کرائے جائیں گے۔ بیرون ملک پناہ لینے والے لیڈر اس میں بنیادی کردار ادا کریں گے، کیونکہ ان کے مفادات بیرون ملک میں ہی ہیں۔ جس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہوگا کہ اگر اسلامی نظام کے نفاذ کے داعی اسلام کے ”خون بہا، دیت“ کے قانون پر عمل درآمد کرنے میں مزاحمت کریں گے تو پھر پوری قوم اس کی سزا بھگتے گی، ہماری قوم کو اس بات پر مجبور کر دیا جائے گا کہ ریمینڈ ڈیوس کو باعزت چھوڑ دیا جائے گا۔ اور پھر کہا جائے گا کہ اسلام تو بڑا وسیع مذہب ہے، اور لا اکراہ فی الدین کی آیت پڑھ کر کہا جائے گا کہ اصل دہشت گرد ملاں ہے یہی ہمیں اسلام کے سنہری اصولوں پر چلنے نہیں دیتا۔

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

قسط ۴

ابنیں حبیب الرحمن لدھیانوی

مرزا غلام احمد قادیانی

سرسید کے سیاسی اور مذہبی نظریات کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و نظریات پر بھی ایک نظر ڈالیں، کہ ان دونوں کے ڈانڈے کہاں ملتے ہیں۔ مگر ہم اس سے پہلے یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مختصر تعارف کرادیا جائے تاکہ اس کے دعووں کو ترتیب وار سمجھا جاسکے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا مختصر تعارف

مرزا غلام احمد قادیانی، سکھ دربار کے ایک جرنیل مرزا غلام مرتضیٰ کے بیٹے تھے۔ ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو مقام قادیان پیدا ہوئے۔ (مرزا صاحب کہتے ہیں میری پیدائش ۱۸۳۶ء یا ۱۸۴۰ء قادیان میں ہوئی) جو ضلع گورداس پور کا ایک گاؤں ہے۔ جس میں واحد مالک کی حیثیت اس خاندان کو حاصل تھی۔ مرزا غلام احمد نے فارسی اور عربی زبانوں کی تعلیم گھر پر پائی۔ کسی قسم کی مغربی تعلیم کا سراغ نہیں ملتا۔ ۱۸۶۴ء میں ان کو عدالت ضلع سیالکوٹ میں ایک نوکری (عرضی نوایس کی) مل گئی۔

جہاں وہ چار سال تک کام کرتے رہے۔ جب ان کے والد کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے اپنے آپ کو سرتاپا دینیات کے مطالعہ کے لئے وقف کر دیا اور ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۴ء کے درمیان اپنی مشہور کتاب ”براہین احمدیہ“ چار جلدوں میں لکھی۔ کچھ مدت بعد چند اور کتابیں بھی تصنیف کیں۔ اس زمانے میں شدید مذہبی مناقشے اور مناظرے جاری تھے۔ اسلام پر نہ صرف عیسائی مشنری ہی پے در پے حملے کر رہی تھی۔ بلکہ ہندوؤں کی مقبول عام تحریک آریہ سماج کے پرچارک بھی اس مشغلے میں مصروف تھے۔

مارچ ۱۸۸۲ء میں مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا کہ انہیں الہام ہوا ہے اور اللہ

تعالیٰ نے انہیں ایک خاص مقصد تفویض کیا ہے دوسرے لفظوں میں گویا وہ مأمور من اللہ ہیں۔ ۱۸۸۸ء میں پھر انہوں نے ایک الہام کی بنا پر اپنے مؤیدین سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ ۱۸۹۰ء کے اواخر میں مرزا صاحب کو پھر الہام ہوا کہ یسوع ناصری (عیسیٰ بن مریم) نہ صلیب پر فوت ہوئے نہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ بلکہ جب وہ صلیب پر زخمی ہو گئے تو ان کے شاگردوں نے انہیں اس مجروح حالت میں صلیب پر سے اتار لیا اور ان کے زخموں کا علاج کیا۔ اس کے بعد وہ کشمیر چلے گئے اور وہیں طبعی موت مر گئے۔ یہ عقیدہ غلط ہے کہ وہ روز قیامت کے قریب اپنے اصل جسم عنصری کیساتھ دوبارہ ظاہر ہوں گے۔ ان کے دوبارہ ظہور کے وعدے کا مطلب صرف یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم کے صفات و اخلاق رکھنے والا ایک اور شخص امت محمدیہ میں پیدا ہوگا۔

یہ وعدہ پورا ہو چکا ہے اور مرزا غلام احمد ہی وہ مثیل عیسیٰ اور مسیح موعود واقع ہوئے ہیں۔ اس عقیدے کی اشاعت پر مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ کیونکہ یہ اس عام مسلمہ عقیدے کے منافی تھا کہ عیسیٰ ابن مریم جسم عنصری کے ساتھ آسمان سے اتریں گے۔ چنانچہ علماء دین نے اس کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا اور اعلان کیا کہ میں ایسا مہدی نہیں جو جنگ و خونریزی میں مصروف ہو جاؤں۔ بلکہ میں مہدی معقول ہوں اور دلائل و براہین کی قوت سے اپنے مخالفین کو مغلوب کروں گا۔ اس نئے دعوے سے مرزا صاحب کی مخالفت زیادہ بھڑک اٹھی اور علمائے دین ان کے خلاف کفر کے فتوے صادر کرنے لگے۔

۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے ایک اور عقیدے کا اظہار کیا۔ کہ آج کے بعد جہاد بالسیف کا قصہ ختم ہے۔ اب جہاد اس پر موقوف ہے کہ مخالف کو دلیل و برہان سے قائل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب نے ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور ”ایک غلطی کا ازالہ“ کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا۔ جسمیں بتایا کہ ختم نبوت کے عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے انتقال کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہوگا جو کسی نئی شریعت کا حامل ہو۔ لیکن کسی غیر شرعی نبی کا ظہور عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں

ہے۔ نومبر ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب نے سیالکوٹ کے ایک جلسہ عام میں مثیل کرشن ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔

(بحوالہ رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء صفحہ ۹۷۸)

گویا ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۴ء تک چوبیس سال کے عرصہ میں مرزا صاحب نے اس درج ذیل دعوؤں کا اظہار کیا۔

نمبر ۱: ۱۸۸۲ء میں دعویٰ مجددیت مآ مورسن اللہ۔

نمبر ۲: ۱۸۹۰ء میں دعویٰ مسیح ابن مریم۔

نمبر ۳: ۱۸۹۱ء کے بعد دعویٰ مہدویت

نمبر ۴: ۱۹۰۱ء میں ظلی اور غیر تشریحی نبوت کا دعویٰ۔

نمبر ۵: ۱۹۰۴ء میں مثیل کرشن ہونے کا دعویٰ۔

اپنے پہلے دعوے کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ عاجز حضرت قادر مطلق جل شانہ کے طرف سے مآ مور ہوا ہے۔

(براہین احمدیہ ص ۸۲)

مولانا محمد لدھیانوی فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ میں آ کر ۱۳۰۱ ہجری میں دعویٰ کیا کہ میں

مجدد ہوں۔

(فتاویٰ قادریہ صفحہ ۱)

پھر اس پہلے دعوے کے بعد بتدریج تبدیلیاں پیدا ہوتی رہیں۔ سرکاری ترقی ملی تو مجدد سے مسیح ابن مریم بن گیا۔ پھر فرنگی سگنل ہوا تو مسیح موعود سے مہدی بن گیا۔ مزید اشارہ ملا تو محدثیت کا گل کھلایا۔ حوصلہ افزائی ہوئی تو محدثیت پر نبوت کا لیبل لگا کر نبوت کا دعویٰ کر دیا اور ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا کہ میں نبی تو ہوں مگر بروزی، ظلی اور غیر تشریحی۔ لیکن ۱۹۰۰ء میں شریعت محمدیہ کے بنیادی عقیدہ جہاد کی تنسیخ کا اعلان کر کے مرزا صاحب نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو غیر تشریحی اور ظلی نبی نہیں سمجھتے بلکہ تشریحی نبوت کے مدعی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے سیاسی اور مذہبی نظریات

یہاں پر ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی وہ تحریرات پیش کرتے ہیں جن سے مرزا غلام احمد قادیانی کی انگریز گورنمنٹ کے ساتھ محبت اور ان کے مذہبی عقائد کا اندازہ ہوتا ہے۔

اے بابرکت قیصرہ ہند (ملکہ وکٹوریہ) تجھے یہ تیری عظمت اور نیک نامی مبارک ہو۔ خدا کی نگاہیں اس ملک پر ہیں۔ خدا کی رحمت کا ہاتھ اس رعایا پر ہے۔ جس پر تیرا ہاتھ ہے۔ تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں پرہیزگاری، پاک اخلاق اور صلح کاری کی راہیں دوبارہ دنیا میں قائم کروں۔

(کتاب مصنفہ مرزا غلام احمد ستارہ قیصرہ ہند صفحہ ۱۵)

یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار اور جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ (برطانیہ) کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں گواہی دی ہے کہ وہ قدیم کے سرکار انگریزی کے خیر خواہ اور خدمت گزار رہے۔

اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم و احتیاط سے اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایات اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔

(تبلیغ رسالت۔ مصنفہ مرزا غلام احمد جلد ۷ صفحہ ۱۹)

میں بیس برس تک یہی تعلیم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا اور اپنے مریدوں میں بھی ہدایتیں جاری کرتا رہا۔

(تریاق القلوب۔ ص ۲۶)

دوسرا امر قابل گزارش یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت و خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔

(تبلیغ رسالت مصنفہ مرزا غلام احمد جلد ۷ صفحہ ۱۰)

میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت برطانیہ کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔

(تریاق القلوب ص ۲۵)

میں نے مخالفتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔

(تریاق القلوب صفحہ ۲۵)

مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں، رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور دوسرے بلادِ اسلام میں اس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہذا ہر مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں اور یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ و بلادِ شام، مصر، کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا، اشاعت کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلیظ خیالات چھوڑ دیئے جو نا فہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا۔

(ستارہ قیصر ہند صفحہ ۲۵)

میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے۔

(تریاق القلوب صفحہ ۲۵)

آج کی تاریخ تک تیس ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے جو برٹش انڈیا کے متفرق مقامات میں آباد ہے اور ہر شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو

مسیح موعود مانتا ہے تو اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے۔ کیونکہ مسیح آچکا۔ خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ اس کو بننا پڑتا ہے۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۷)

میں سچ کہتا ہوں کہ محسن (گورنمنٹ برطانیہ) کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔

(شہادت القرآن صفحہ ۸۴)

ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ اسلام کی دوبارہ زندگی انگریز سلطنت کے امن بخش سائے سے پیدا ہوئی ہے۔ تم چاہو دل میں مجھے کچھ کہو، گالیاں نکالو یا پہلے کی طرح کفر کا فتویٰ لکھو۔ مگر میرا اصول یہی ہے کہ ایسی سلطنت سے دل میں بغاوت کے خیالات رکھنا یا ایسے خیال جن سے بغاوت کا احتمال ہو سکے سخت بد ذاتی اور خدا تعالیٰ کا گناہ ہے۔

(تزیاق القلوب صفحہ ۲۶)

اے ملکہ معظمہ قیصرہ ہند! خدا تجھے اقبال اور خوشی کے ساتھ عمر میں برکت دے۔ تیرا عہد حکومت کیا ہی مبارک ہے کہ آسمان سے خدا کا ہاتھ تیرے مقاصد کی تائید کر رہا ہے۔ تیری ہمدردی رعایانیک نیتی کی راہوں کو فرشتے صاف کر رہے ہیں۔

(ستارہ قیصرہ ہند صفحہ ۱۵)

خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت (برطانیہ) کو بنادیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظمہ سے مل سکتا ہے اور نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ میں۔

(تزیاق القلوب صفحہ ۲۶)

ہم پر اور ہماری ذریت پر یہ فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گزار رہیں۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۸)

میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے

معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے (تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۱۷)

(تلخیص کا روان احرار جلد ۱)

مرزا قادیانی اپنی مذہبی و اخلاقی تحریرات کے آئینے میں

مرزا غلام احمد قادیانی مذہب اور اخلاق میں کیسا تھا۔ اس کو جانچنے کے لیے اس کی کچھ تحریرات ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ انگریز کے بنائے ہوئے نبی کی تعلیمات کیسی تھیں

محمد رسول اللہ ﷺ پر افضلیت کا دعویٰ

مرزا غلام احمد قادیانی صرف یہی نہیں کہتا کہ میں نبی اور رسول ہوں بلکہ وہ تو یہ بھی برملا کہہ رہا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے افضل ہوں اور میرے معجزات رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر ہیں۔

تین ہزار معجزے۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے تین ہزار معجزے دکھائے (تحفہ گولڑیہ صفحہ ۴۰ مرزا غلام احمد قادیانی) اور مجھے دس لاکھ۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۰، ۵۶، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

تین لاکھ معجزے

اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے مسیح کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشانات ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۶ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو افضل الانبیاء سمجھتا تھا لیکن اس نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس کے ایسے الہامات کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا اور اس نے اشارات و کنایات کی زبان چھوڑ کر نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں انبیاء دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیہودگی کی جو شرمناک مثالیں قائم کی ہیں۔ ان کی بھیانک جھلک دیکھ لیں۔

نقل کفر، کفر، کفر بنا شد

آنحضرت ﷺ اور سور کی چربی

آنحضرت ﷺ عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ اس میں سور کی چربی پڑتی ہے۔

(مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی۔ مندرجہ اخبار الفضل، ۲۴ فروری، ۱۹۲۴ء)

کھاؤ، پیو، شرابی کبابی

مسیح (عیسیٰ) کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ، پیو، شرابی، کبابی نہ زاہد، نہ عابد نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔

(مکتوبات احمدیہ جلد ۳، صفحہ ۲۱، ۲۲)

زانی دادیاں کسی نانیاں

آپ (عیسیٰ) کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ از مرزا قادیانی)

عیسیٰ کا شراب سے پیار

یورپ کے لوگوں کو شراب نے جس قدر نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ عیسیٰ شراب سے پیار کرتے تھے۔

(کشتی نوح جلد ۱ صفحہ ۱۲۴، ۱۹۲۰ء از مرزا قادیانی)

جدی مناسبت

آپ (مسیح) کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی پلید کمائی کا عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھیں کہ ایسا شخص کس چال چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ حاشیہ، تصنیف مرزا قادیانی)

عیسیٰ کی بغل میں کنجری

ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے گویا بغل میں ہے کبھی ہاتھ لمبا کر کے سر پر عطر مل رہی ہے کبھی پیروں کو پکڑتی ہے اور کبھی خوشنما اور سیاہ بالوں کو پیروں پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تماشا کر رہی ہے۔ یسوع اس حالت میں وجد میں بیٹھے ہیں اور کوئی اعتراض کرنے لگے تو جھڑک دیتے ہیں اور طرفہ یہ کہ عمر جوان اور شراب پینے کی عادت پھر مجرد اور ایک کسی عورت سامنے پڑی ہے جسم کے ساتھ جسم ملا رہی ہے کیا یہ نیک آدمیوں کا کام ہے۔

شہوتِ عیسیٰ

اور اس پر کیا دلیل ہے کہ کسی کے چھونے سے مسیح کی شہوت نے جنبش نہیں کی تھی۔ افسوس کہ یسوع کو بھی یہ میسر نہیں تھا کہ اس فاسقہ پر نظر ڈالنے کے بعد اپنی کسی بیوی سے صحبت کر لیتا (ابھی مرزا صاحب نے کہا ہے مسیح مجرّد تھا۔ مؤلف) کمبخت زانیہ کے چھونے اور ناز و ادا کرنے سے کچھ نفسانی جذبات پیدا ہوئے ہوں گے اور شہوت کے جوش نے پوری طور پر کام کیا ہوگا۔

(نورالقرآن صفحہ ۴۷، جلد ۴۔ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور مرزا کے جوتے

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کیا تھے وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہ تھے۔

(سیرۃ المہدی نمبر ۲، صفحہ ۵۷)

زندہ علیؑ اور مردہ علیؑ

پرانی خلافت کے جھگڑے چھوڑو اب نئی خلافت اور زندہ علی (مرزا) تمہارے پاس ہے، تم اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علیؑ کو تلاش کرتے ہو۔

(ملفوظات احمدیہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۱)

گوہ کا ڈھیر!

تم نے خدا کے جلال اور مجھ کو بھلا دیا اور تمہارا درد صرف حسینؑ ہے۔ پس اسلام پر ایک مصیبت ہے کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔

(اعجاز احمدی صفحہ ۶۲، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو کستوری حضرت حسینؑ کو گوہ سے تشبیہ دی

ہے۔ (مؤلف)

سور اور کتیاں

ان العدی صاروا خنازیر الفلاء و نساء ہم من دونهن الا کلب
میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیاں سے بڑھ گئیں۔
(نجم الہدیٰ صفحہ ۱۵۳ از مرزا قادیانی)

کنجری کے بچے

تلك كتب ينظر اليها كل مسلم و مسلمة بعين المحبة المودة
و ينتفع من معارفها و يقلبني و يصدق دعوتي الاذريته البغايا
میری ان کتابوں کو ہر مسلمان مرد اور زن محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے
علوم و معارف سے فائدہ اٹھاتے ہیں، مگر میری تعلیم و تصدیق سے وہ لوگ گریزاں ہیں جو
کنجریوں کے بچے ہیں (بغایا کا یہ ترجمہ مرزا صاحب نے خود کیا ہے۔
(دیکھئے نور الحق صفحہ ۱۲۳، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔ آئینہ کمالات صفحہ ۵۲۸ مصنفہ مرزا صاحب قادیانی)

ولد الحرام

جو ہماری فتح کا قاتل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا اس کو ولد الحرام بننے کا
شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں۔

(انوار الاسلام صفحہ ۱۳۰ مرزا از قادیانی)

بڑا کفر

لو كان محمد حياً لما وسعه الاتباع المسيح الموعود

اگر محمد زندہ ہوتے تو انہیں چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ مسیح موعود (مرزا) کی اتباع کرتے۔ نعوذ باللہ

(اخبار پیغام صلح! جون ۱۹۳۲ء ماخوذ)

مرزا صاحب کے کچھ گول مول الہام

اب ذرا اس بروزی اور ”برازی“ نبی کے گول مول الہام بھی ایک نظر دیکھتے چلے۔

سچا الہام

”میں نے عین بیداری کی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص میرا آزار بند کھول رہا ہے۔ میں اس کی بری نیت کو بھانپ کر اٹھ بیٹھا“

(خطبہ الہامیہ۔ از مرزا غلام قادیانی)

حیض اور کسی ناپا کی

”بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تجھ میں حیض دیکھے، یا تیری کسی ناپا کی پر اطلاع پائے، تجھ میں حیض نہیں رہا، بلکہ وہ حیض خوب صورت بچہ بن گیا جو بمنزلہ اطفال اللہ (اللہ کا بیٹا) ہے

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳، تصنیف مرزا قادیانی)

مرزا صاحب کی مدت حمل

”میرا نام ابن مریم رکھا گیا اور عیسیٰ کی روح مجھ پر نفع کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ کیا گیا۔ آخر کئی مہینہ کے بعد (جو مدت حمل دس مہینہ سے زیادہ نہیں) مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا“

(کشتی نوح۔ ۴۶، از مرزا قادیانی)

حجر اسود اور بیت اللہ

”میں حجر اسود ہوں خدا نے اپنے الہام میں میرا نام بیت اللہ رکھا ہے۔

(حاشیہ ”اربعین“ صفحہ ۵، تصنیف مرزا قادیانی، ایٹھا)

کرمِ خاک کی اور بشر کی جائے نفرت

”کرمِ خاک کی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار ہوں۔

(بلا تبصرہ مؤلف)

بیت الخلاء

بدتر ہے ہر ایک بد سے وہ جو بد زباں ہے

جس دل میں یہ نجاست بیت الخلاء یہی ہے

(درمبین اردو مجموعہ کلام مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ ۲ ایضاً)

لسان نبوت کے جواہر ریزے

اس بات سے قطع نظر کہ ان عبارات میں جو زبان بول رہی ہے وہ کسی نبی کی تو کیا کسی عام شریف آدمی کی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس قدر اخلاق باختہ اور بیہودہ بھی کوئی نبی ہو سکتا ہے جو شرم و حیا سے بے نیاز ہو کر ”بازاری لونڈوں“ کی زبان میں بات کرنے کا عادی ہو اور اسی فحاشی طرز گفتگو اور فاش انداز تکلم کو خدا کی وحی قرار دیتا ہو۔ اور یہی بے ڈھب زبان و بیان اس کے لئے پارہ الہام اور سرمایہ افتخار ہو۔ پھر وہ ایک ہی وقت میں ایک عام آدمی بھی ہو اور ایک صاحب کتاب نبی بھی، وہ بیک وقت خدا کا بندہ بھی ہو، خدا بھی ہو اور خدا کا بیٹا بھی،

پھر وہ ایک ایسی کرمِ خاک کی شکل اختیار کرے اور پھر بڑھتے بڑھتے بشر کی جائے نفرت بن جائے اور پھر فوراً ہی حجرِ اسود کا روپ دھار لے اور حجرِ اسود سے ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے عیسیٰ، موسیٰ، ابراہیم و یعقوب اور عین محمد بن جائے، پھر محمد سے علیؑ اور علیؑ سے حسینؑ ہو جائے، پھر وہ حسینؑ بھی نہ رہے بلکہ دفعتاً مریمیت کا لبادہ اوڑھ کر مریم بن جائے اور اس کی ”کسی ناپاکی“ پر اطلاع پانے کے لئے اس کے ”خلوتی راز“ پر بابوا الہی بخش“ کو بے چینی ہو۔ پھر اس نبی صاحب کو حیض بھی آنے لگے اور پھر یہ ایک خوبصورت بچہ بھی جن کر دکھا دیں۔

اس کا راز تو آید ”نبیاں چنیں کند“

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے مختلف ادوار میں کیے گئے دعوؤں کا یہ ایک مختصر خاکہ ہے،

اس سے پڑھنے والے کو مرزا قادیانی کی ذہنی پراگندگی کا اندازہ ہو جائے گا،
پیش گوئی

سر سید خان اور مرزا غلام احمد قادیانی کے سیاسی اور مذہبی خیالات کو سمجھنے کے بعد جب شاہ نعمت اللہ ولی کی حسب ذیل پیش گوئی نظر سے گزری تو مزید تائید حاصل ہوئی۔

دو کس بنام احمد گمراہ کنند بے حد

سازند از دل خود تفسیر فی القرآن

(الکاوید علی الفاویہ جلد اول ص ۱۷۶)

۱۸۵۷ء کے بعد متذکرہ بالا حضرات کے سیاسی اور مذہبی نظریات نے نووارد و غیر ملکی حکومت کے استحکام کو کافی سے زیادہ معاونت بخشی۔ اگر سر سید اور غلام احمد قادیانی فرنگی حکمرانوں سے اسی طرح اعراض کرتے جیسے ان دنوں سارے ہندوستان نے کیا تھا تو انگریزوں کے اکھڑے ہوئے قدم ہندوستانیوں کی غلامی کو اتنی طویل عمر بھی نہ دیتے۔

سر سید احمد کی علی گڑھ تحریک نے مسلمانوں کو تعلیم کے عنوان سے انگریزوں کا ذہنی غلام بنادیا اور مرزا غلام احمد نے جہاد کے خلاف فتویٰ دے کر مسلمانانِ عالم کو انگریزوں کے خلاف مفلوج کرنے کی کوشش کی۔ ان تحریکات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۱۱ء تک غیر ملکی حکومت کے وقار (۱۹۱۲ء) میں جنگ بلقان کے موقع پر ہندوستانی مسلمانوں کو انگریز کے خلاف بیدار کرنے کے لئے اس وقت کے رہنماؤں کو کافی دشواریاں پیش آئیں۔

بلی تھیلے سے باہر آ گئی

ان عبارات کے بعد اب اس میں کوئی شک باقی نہیں رہا کہ انگریز کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی میدانِ عمل میں آیا۔ ان عبارات میں جس طرح انگریز گورنمنٹ کی چالپوسی کی گئی ہے اور جس طرح ان کے سامنے اپنے آپ کو عاجز ظاہر کیا ہے یہ کسی نبی کا طرز تو کیا کسی اللہ والے کا شیوہ بھی نہیں اور پھر حکمران بھی ایسے جو کہ غیر مسلم ہوں۔ ہمارے اکابرین نے تو کسی مسلمان حکمران سے بھی اپنی جائز ضرورتوں کے لئے بھی درخواست نہیں دی۔ اگر دی تو یہ انداز اختیار نہیں کیا جو کہ مرزا قادیانی کا تھا۔ گویا کہ بلی تھیلے سے باہر آ گئی۔

ہمارا عروج و زوال

جناب عبدالماجد صاحب

اوروں کی بے عملیوں کے الزامات ہمارے سر تھوپے جاتے ہیں ہمیں حیرت ہے کہ اس علم و روشنی کے دور میں اتنی تاریکی اور واقعات و حقائق سے اتنا بعد ہے ہمیں معلوم ہے کہ رہبانیت کی تعلیم اور ترک عمل کی تلقین ترک دنیا کی ہدایت کا رباری علم سے ہمیں کتنا دور پھینک سکتی ہے یونان اور روم کے عروج و ترقی کی راہ میں پوپ سدرہ ہوئے طرح طرح کی مشکلیں پیدا کیں یہاں تک کہ بالآخر قوم کو ان سے بغاوت کرنی پڑی اس سے تو ہم واقف ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ برآمد کرنا کہ مذہب اسلام کی تبلیغ و ہدایت بھی دنیاوی ترقی کی منافی ہے بڑا ظلم ہے میں ایک عام فضا دیکھتا ہوں کہ دور حاضر کے نو خیز دل دادگان سیاست مذہب کے نام سے بدکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مذہب ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے گا مجھے افسوس ہے کہ وہ نہ تو اپنی کچھلی تواریخ سے استفادہ کرتے ہیں اور نہ مذہبی زندگی کو غور سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت انھیں ایسی بھی نظر آتی ہے جو دنیا و مافیہا سے بے تعلق رہتی ہے، وہ صوفیاء کرام کی جماعت ہے یا علماء کا ایک ایسا گروہ ہے جس نے اپنا فرض منصبی محض پڑھنا پڑھانا مقرر کر رکھا ہے، موخر الذکر جماعت تو آج بھی ترقی یافتہ دنیا میں بکثرت پائی جاتی ہے یعنی اکثر فنون کے پرفیسر رات و دن اپنی فنی تحقیقات میں مصروف رہتے ہیں، میں نے سرپی۔سی۔ رائے سے ایک دفعہ ملاقات کی خواہش کی اور تیس منٹ وقت مانگا تو انہوں نے بہت غور کر کے کہا کہ تم بہار سے کلکتہ آئے ہو اور مجھ سے ملنا چاہتے ہو، تیس منٹ وقت تو میں دو ہی صورتوں میں دے سکتا ہوں ایک تو شام کے ٹہلنے کے دوران میں، دوسرے لیبارٹری کے اندر، جب میں اپنے آلات کیمیائی، مرتب کرتا جاؤں گا تم سے باتیں بھی کرتا رہو گا۔ میں نے موخر الذکر وقت کو پسند کیا اور بجائے تیس منٹوں کے ایک گھنٹہ باتیں کیں۔ غرض یہ ہے کہ جب تک علم و فن میں اتنا انہماک نہ ہو کوئی حاصل نہیں سکتا اس لئے ہمارے علماء جو اپنے علم و فضل میں بلند مقام رکھتے ہیں وہ درس دینے کے بعد جو اوقات ہوتے ہیں

وہ مطالعہ میں صرف کرتے اور دنیا و مافیہا سے کم تعلق پیدا کرتے ہیں۔

دوسری جماعت صوفیائے کرام کی ہے اس جماعت کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہ سیاست کی شکست خوردہ جماعت ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں کوئی ایسی جماعت سنی نہیں جاتی جو عمل سے الگ رہ کر عبادت میں وقت صرف کرتی، سوائے چند اصحاب صفہ کے جن میں اکثر معذور تھے اور بعض عشق الہی میں از خود رفتہ۔ دنیا سے علیحدگی کنارہ کشی اور گوشہ نشینی کی ابتدا تو اس وقت سے وجود میں آئی جب یزید کی خلافت پر جبریہ بیعت لی جانے لگی اور حق شناس بزرگ اس فتنہ سے بچنے کے لئے شہر سے دیہات اور دیہات کی بستیوں سے پہاڑوں کے دروں میں جا چھپے۔ کیونکہ جنگ صفین کا نتیجہ دیکھ لینے کے بعد ان کی ہمت مقاومت پست ہو چکی تھی اور یہ سلسلہ دور عباسی کے اخیر تک جاری رہا۔ کیونکہ اس دور میں اہل بیت رسول کے شیدائیوں کا گزر شہروں میں دشوار ہو گیا تھا۔

میں آپ کو اس جماعت کی طرف متوجہ کرانا چاہتا ہوں جس نے عرب کے دور ظلم اور استبداد کا مقابلہ کیا اور جس نے روم کی بڑھتی ہوئی ترقی کو پامال کر دیا جس نے ایران کی شہنشاہیت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ جس نے نصف صدی کی مدت قلیل میں آباد دنیا کے نصف حصہ پر اپنا غلبہ قائم کیا اور ایک صدی ہوتے ہوتے فرانس سے ہندوستان اور ملایا تک اپنا سکہ بٹھلایا۔

اور یہ نہیں کہ کسی ملک پر انگریزوں کی طرح، جس کی ترقی کی روشنی نے آپ کی نگاہوں کو چکا چوندھ کر دیا ہے صرف سوڈیٹھ سو برس تک کمزوری سلطنت کی ہے اور جس نے سلطنت کا دار و مدار محض حکمت عملی اور فریب پر رکھا ہو، بلکہ وہ جہاں گئے وہاں جڑ کاٹ دی آپ کو یہ خیال دلا کر پست کیا جا رہا ہے کہ اسپین سے مسلمان نکال دئے گئے ہاں نکال دئے گئے، کب نکال دئے گئے سات آٹھ سو برس کے بعد اور کب نکال دئے گئے اپنے دین سے غافل ہونے کے بعد کب نکال دئے گئے افتراق اور جنگ باہمی میں بری طرح الجھنے کے بعد وہ نکال دئے گئے خدا اور رسول کی بغاوت کرنے کے بعد۔

میں آپ کو ان ہی برے دنوں سے متنبہ کرنا چاہتا ہوں جو مجھے تیزی کے ساتھ سامنے آتے ہیں، لیکن میں انھیں روکنے سے اپنے آپ کو معذور نہیں سمجھتا میں ان کو اپنی قوت ایمانی سے نہیں پاتا۔ میں اپنے عزم اور اپنی جرأت کو سارے آنے والے خطروں پر غالب پاتا ہوں بشرطیکہ ہماری باتوں کو دیوانوں کی بڑ نہ سمجھیں۔ ہمارے سامنے دلائل ہیں، میں اصول سے باتیں کرنا چاہتا ہوں میں سلسلہ

عروج و زوال سمجھانا چاہتا ہوں، میں آپ کو نفسیاتی اخراجات سے پاک کرنا چاہتا ہوں آپ کے احساس کمتری کو دور کرنا چاہتا ہوں، میں آپ میں وہ عصابی انحطاط پاتا ہوں جس میں (Nrsis) کے جراثیم نشوونما پاتے ہیں اور بالآخر اعضاء انسانی کو مفلوج کر دیتے ہیں۔

میرے دوستوں اور عزیزو ہمارے طبیب حقیقی (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) نے جب صدیق اکبر میں خوف و ہراس کے آثار پائے۔ تو کیا کیا۔ وہ نسخہ مجرب استعمال فرمایا جس کا اثر آج بھی ایک ایماندار انسان کے اعصاب میں تناؤ اور دل میں جوش اور خون میں گرمی پیدا کرنے کو کافی ہے۔ وہ تھا آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک فقرہ ”لا تخف ولا تحزن ان اللہ معنا“ نہ ڈرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ عزیز و لفظ ”معنا“ ہمارے ساتھ کا اطلاق ہر اس شخص اور اس جماعت پر صادق آتا ہے۔ جو ”معہم“ (ان کے ساتھ ہے) یوں سمجھو کہ جب تک ہم ان کے ساتھ ہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے اور جب اللہ ہمارے ساتھ ہے دنیا کی کوئی طاقت کوئی جادو سحر ہم پر غالب نہیں آ سکتا۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ہماری ترقی کا سبب یا تھا اور اب زوال کا سبب کیا ہے۔ گبن (gebn) نے مسلمانوں کے عروج کا سبب یہ بتایا ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین کے دل سے موت کا خوف اٹھا دیا تھا۔ لین پول (Lane pul) نے کہا کہ مسلمانوں کی ترقی کا سبب ان کا اتحاد ہے گلبد اسٹن (Gladston) نے کہا ہے کہ جب تک مسلمانوں میں مساوات اور رواداری ہے، کوئی ان کو مٹا نہیں سکتا اور ایک دوسری جگہ کہا کہ جب تک مسلمانوں میں قرآن ہے یہ قوم مٹ نہیں سکتی یہ اخیر تجویز زیادہ وقع ہے۔

دوسروں نے اسلام کو دور سے دیکھا اور اپنی عقل کے مطابق ایک راستے قائم کی جو ایک حد تک صحیح ہے لیکن میں آپ کو آپ کی ترقی اور عروج کا گرتا دینا چاہتا ہوں، جس کی تفصیل فخر الدین رازیؒ آٹھ آٹھ سو صفحے کی آٹھ جلدوں میں پورا نہ کر سکے وہ ہیں یہ دو فقرے ”ایمان“ اور اتباع ”سنت“ ہیں، دو پیرا گراف میں دونوں کی تفصیل کا اختصار کر کے آپ پر چھوڑ دینا چاہتا ہوں کہ واقعی محض یہی دو چیزیں ساری ترقیوں کا سبب بن سکتی ہیں کہ نہیں۔

خدا کو ماننا۔ کائنات کا ایک خالق ماننا اس کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا۔ ہر چیز کا موجد اور سبب ماننا یہ ماننا کہ وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ وہی رزاق ہے۔ وہی مصائب کو دور کرنے کی طاقت رکھتا

ہے اسی نے اشیاء میں افعال و خواص دئے ہیں وہی ان کو بدل سکتا ہے وہ نیکی پسند کرتا ہے اور برائی نا پسند کرتا ہے نیکوں کی مدد فرماتا ظلم و زیادتی کو بالآخر فنا کرتا ہے۔ وہی قوموں کی اور افراد کی قسمت بدل سکتا ہے۔ وہی فتح دیتا ہے وہی مغلوب کرتا ہے۔ غرض وہ قادر مطلق ہے حکیم ہے داتا ہے کوئی دوسرا اس کی قدرت میں شریک نہیں۔

اتباع سنت کیا ہے؟ خدا سے اتنا ڈرنا جتنا ڈرنا چاہئے اس پر بھروسہ رکھنا انسانوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ جانوروں کے درد دکھ کا خیال رکھنا محتاجوں کی مدد کرنا کسی کو اپنے آپ سے نیچا نہ سمجھنا بے ضرورت وقت ضائع نہ کرنا جسم اور کپڑے کو صاف و ستھرا رکھنا بے ضرورت کوئی عمل نہ کرنا اسراف نہ کرنا مال جمع کرنے کے شوق میں نہ پڑنا وقت کی پابندی کرنا ہر وقت کے لئے کاموں کا مقرر کردینا خود غرضی اور نفس پروری سے باز آنا حلال کھانا اور سچ بولنا۔

سنت کا اصل الاصول نیک عمل اور نیک اخلاق اور یہی انسانیت کا راز ہے اقوام کے زوال کا سبب اخلاق کا بگڑ جانا ہوتا ہے۔ اور نیک اخلاق پیدا ہو جانے سے قومیں بنتی ہیں آپ یہ فرمائیں گے کہ بس اسی ایمان اور سنت پر عمل کرنے سے ساری دنیاوی ترقیاں ہو جائیں گئی۔ خدا کے بنائے ہوئے یہ طریقے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب مسلمانوں کو مصر کے قلعہ کے فتح کرنے میں دقت ہوئی تو رسول خدا ﷺ کے فدائیوں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ شاید کوئی سنت ترک ہوئی ہے، جس کی وجہ سے فتح میں دقتیں واقع ہو رہی ہیں۔ چنانچہ یہ بات بالاتفاق طے پائی کہ مسواک کرنا بھول گئے ہیں۔ چنانچہ سب لوگوں نے مسواک کرنا شروع کی مصریوں نے دیکھا کہ آج سب کے سب دانت سجا رہے ہیں شاید آج ہمیں چبا جائیں گے خوف کھا کر قلعہ خالی کر دیا۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں کہاں تک خوش خیالی کو دخل ہے لیکن کیا آپ اس کو محال سمجھتے ہیں کہ اللہ پاک ہمارے کسی عمل یا کسی نیک خیال سے خوش ہو کر ہمارے دشمن کے دل پھیر دے۔

ہمارے نوجوان کہیں گے کہ عروج و ترقی کے لئے کوئی اقتصادی پلان ہونا چاہئے اور کسی صنعت و حرفت کی طرف قوم کو متوجہ کرنا چاہئے، نہ کہ محض بوسیدہ اور پارینہ خیالات کو قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں میرے عزیز و کاشتکار جب کوئی فصل لگانا چاہتے ہیں تو پہلے زمین کی تیاری کرتے ہیں، زمین کی تیاری میں جتنا وقت صرف کرتے ہیں اور جس قدر سرگرمی سے مشغول کار ہوتے ہیں اس سے

ہزار ہا گنا کم بیج بونے میں وقت لگاتے ہیں اس طرح قوموں کی ترقی اور عروج کے لئے پہلے اصلاح خیال اور اصلاح اخلاق کی ضرورت ہے۔ ورنہ بہتر سے بہتر اسکیم اعلیٰ سے اعلیٰ تدبیر بیکار ہو جاتی ہے۔ جیسے بانگر زمین میں دانہ چھٹنے دانہ کو ضائع کرنا ہے کیونکہ زمین میں صلاحیت دانوں کو چھپانے کی نہ ہو گی تو دانے پرندے کھا جائیں گے اور جو پرندوں سے بچیں گے وہ کیڑے کھا جائیں گے نہ کھیت سرسبز ہوگا اور نہ فصل تیار ہوگی۔

میں نے اس زندگی میں بہت ساری تجویزیں اور ان گنت پلان دیکھے لیکن کسی کو پروان چڑھتے نہ دیکھا بلکہ اکثر ایسے ہوئے جن سے الٹا اثر پیدا ہوا ابھی ہمارے سامنے کی مثالیں گورنمنٹ نے طرح طرح کے پلان تیار کر لئے ہیں لیکن غربت بڑھتی جاتی ہے سبب یہ ہے کہ افراد کی تربیت پوری طرح نہ ہو سکی نفاق، عداوت، جنگ جدل، لوٹ مار، دھوکا فریب، جو بلیک مارکیٹنگ، رشوت، فضول خرچی، بخل، خود غرضی، سارے عیوب موجود ہیں ابھی چند دن ہوئے ہم نے اپنی آنکھوں سے جاپان کا اقتصادی عروج دیکھا صنعت اور تجارت کی ایسی ترقی کہ ۵ یا ۴ گزدہ جھلملے اور چمکدار کپڑے گھر گھر پہنچا دئے جن کو دیکھ کر حیرت تھی آج وہ قوم ہم سے زیادہ حقیر ہم سے زیادہ پریشان اور ہم سے زیادہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔

جرمنی کی سائنس کی ترقی کا کیا پوچھنا ہے۔ جنگ عظیم میں طرح طرح کے حربے نکال دئے وہ تیس من کا گولا کہ جس کی حالت سن کر ہم ہندوستان میں سہمے جا رہے تھے انگلستان والوں کا کیا حال ہوگ خدا ہی جانتا ہے یکا یک التوائے جنگ ہو گیا۔ جرمن کو اخراجات جنگ ادا کرنے پڑے بیس برس تباہ حالی میں گزارے، لیکن سائنس ایک چیز تھی پھر دوبارہ دم خم حاصل کر لیا اور ساری دنیا سے لڑنے اور سب کو مغلوب کرنے کو تل گیا۔ وہ حیرت انگیز ایجادیں اور وہ روح فرسا حملے اور وہ ہمت شکن منصوبے کہ اللہ اللہ۔ دنیا چشم براہ تھی کہ جرمن کہاں کہاں پہنچتے ہیں اور کیا کیا اودھم مچاتے ہیں مگر دیکھا، یکا یک کیا ہوا ایٹم بم کی ایجاد بھی مکمل ہو گئی۔ لیکن جرمنی کا وقار صفحہ ہستی سے مٹ گیا برطانیہ کا وہ عروج کہ سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا۔ وہ حکمت عملی وہ چالپوسی۔ وہ ہوشیاری وہ کیادی کہ دنیا مقابلہ کرنے سے عاری تھی۔ ان کی ہر روشن پسندیدہ ان کی ہر بات دلاویز۔ ہر ادا دکش اور حکمت عملی عقلوں کو مفلوج کرنے والی۔ آج مصدق انھیں انگلیوں پر نچا رہا ہے اور کوئی داؤ نہیں چلا اور کوئی جادو اس کے

سر نہیں چڑھتا۔

آپ کیا مجھ سے یہ ہی توقع رکھتے ہیں میں آپ کو وہی ہلکی پھلکی تدبیریں بتاؤں جس سے چند دنوں کے تماشے دکھا کر سمیٹ لیا جائے۔ نہیں میں بتاؤں گا جس میں اصلیت ہوگی حقیقت ہوگی۔ جس میں پائنداری ہوگی زراعت کرو تو وہ بیج لگاؤ۔ افغان کی سرزمین پر بار آور ہوا اور ہزاروں سال سے قائم ہے وہ پودا جماؤ جو ایران کی سرزمین پر آگاہ اور آج تک موجود ہے وہ پیڑ بٹھاؤ جو مصر میں بار آور ہوا اور ہو رہا ہے۔ وہ درخت آگاہ جو عرب و شام میں جڑ پکڑ گیا ہے پھیلا اور پھولا پھلا۔ وہ کام کرو جس میں تائید غیبی شامل حال ہو۔ جس کی طاقت انسانی تدبیر و کوشش سے کہیں بلند و بالا ہو جس کو حقیقت سے لگاؤ ہو۔

وہ کھیل کھیلو جو کھیل جائے اس مادی مجازی چند روزہ اور مٹ جانے والی دنیا میں اور اس کی داد ملے۔ نہ مٹنے والے۔ نہ بدلنے والے ہمیشہ قائم رہنے والے عالم میں ”ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة“ میں وہ تدبیر بتاتا ہوں جس میں دنیا و آخرت دونوں عالم کی فلاح ہے ”قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی بل تو ثرون الحیات الدنیا و الآخرة خیر و ابقی“ میرے دوستو کیا تمہیں اس کا یقین نہیں کہ دنیا و مافیہا۔ اسی ایک مالک کے قبضہ و اختیار میں ہے اس پر جس کو چاہتا ہے تسلط دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے ”قل اللہم مالک المملک توتی المملک من تشاء و تنزع المملک ممن تشاء“ جو دینے والا ہے اور جو دے کر چھین لینے والا ہے اس کی طرف جھکو اس سے اپنے تعلقات استوار کرو، اس کو اپناؤ۔ میں اس سے بہتر اور کیا تعبیر بتاؤں اس سے اچھی کوئی اسکیم پیش کروں۔ وہ مسبب الاسباب ہے وہ تدبیریں سمجھانے والا ہے وہ راہیں نکالنے والا ہے، اس وقت تو مجھے ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے ساری راہیں بند معلوم ہوتی ہیں اور ساری تدبیریں مفلوج اس لئے میں اسی کی طرف متوجہ کرانا چاہتا ہوں جو قوتوں کا پیدا کرنے والا ہے جو راہیں کھولنے والا ہے جو اسباب پیدا کرنے والا ہے۔

آپ کو عرب کا حال معلوم ہے عرب کی وہ پستی وہ تاریکی و ظلمت وہ دشمنی وہ عداوت وہ خانہ جنگیاں اور قبائلی استبداد، غربت و پستی کا حال نہ پوچھے، فردوسی نے ان کی معاشرتی زندگی کو یوں بالاختصار بیان کیا ہے۔

پس از خوردن کر گس دوسمار
 عرب راجائے رسید است کار
 کہ تخت کیاں را کنند آرزو
 تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

اس پستی اور بد حالی سے عربوں کو یکا یک سر بلندی اور عرج تک جس تدبیر نے کھینچ کر پہنچایا وہ محض طاقت ایمانی تھی یا حضرت محمد ﷺ کی تعلیم اخلاق، اپنے پچھلے دور پر نگاہ ڈالو اور موجودہ حالت سے ملاؤ اور اس تنزل اور انحطاط کے اسباب و علل پر غور کرو، پھر جو تدبیر اور جو علاج سمجھ میں آئے اس پر ہم اور آپ سب مل کر کار بند ہو جائیں۔ بمبئی، دلی اور کلکتہ جیسے بڑے شہروں میں دیکھتا ہوں کہ ایک بٹن دبانے سے سارا گھر روشن ہو جاتا ہے، پنکھے بھی چل پڑتے ہیں، چولہے بھی روشن ہو جاتے ہیں اور ہیٹر بھی گرم کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ یکا یک سارے گھر کے قمقمے بجھ جاتے ہیں پنکھے بند۔ چولہے ٹھنڈے اور ہیٹر سرد۔ تفتیش ہوتی ہے کہ آخر کیا سبب ہے کہ یکا یک جگمگاتے ہوئے قمقموں کی روشنی کیا ہوئی اور پنکھے بھی بند ہو گئے چولہے اور ہیٹر ٹھنڈے پڑ گئے۔ پاور ہاؤس میں تو کوئی گڑبڑی نہیں ہوئی۔ نہیں سڑکوں پر روشنی تو ہے لامحالہ معلوم ہوتا ہے کہ کنکشن خراب ہو گیا ہے یا تو عدم ادائیگی ٹیکس کی وجہ سے کمپنی نے تار کاٹ دیا، یا یوں ہی تار کمزور ہو کر ٹوٹ گیا ہے یا تار کا رخ کسی اور طرف جا ملا ہے۔

ان ہی اسباب میں سے کوئی سبب تو ہو ورنہ وہ ہماری چمک دمک، وہ شان و شوکت وہ رعب و داب وہ عزت و وقار یکا یک کیوں مٹی میں مل گیا اس اخلاق عالم کا کاروبار اپنی جگہ پر ہے وہ تو فیکٹریاں کھول کر وہ دولت نہیں حاصل کی تھی کہ خیرات لینے والا کوئی منفرد ڈھونڈھنے سے نہیں ملتا تھا وہ امن و سکون کہ ایران سے مدینہ تک ہاتھوں میں اشرفیاں لئے چلا جائے کوئی اس کی طرف نگاہ بھی نہ کرے کہاں کی چوری اور کیسا ڈاکہ، بات یہ تھی کہ ہمارا ایمانی سلسلہ اس قادر مطلق سے ملا ہوا ہے ہمارا عمل تعلیم محمدی کے مطابق تھا اسی لئے ہماری ترقی بھی عقلوں کو متحیر کر دینے والی، ہماری طاقت طاقتوروں کی ہمت توڑ دینے والی تھی۔

ہمارا سخن تکیہ ہو گیا ہے کہ زمانے کے مطابق کام کرنا چاہے زمانہ کے ساتھ چلنا چاہئے لیکن تجربہ تو یہ ہے کہ ہر زمانے کی ترقی کو پست کرنے کے لئے اس قادر مطلق نے ایک نیا طریقہ کار ایجاد فرمایا قوم کی بڑی بڑی عمارتوں کو منہدم اور پست کرنے کے لئے تو منجیق یا قلعہ شکن ڈائنامیڈ تیار کرنا تھا لیکن ایک زلزلے نے اس قوم کو تباہ کر دیا اور ساری عمارتیں منہدم ہو گئیں شمود نے دیکھا کہ عادی زلزلے سے برباد ہو گئے مکانات گر جاتے اور آدمی اس سے دب جاتے ہیں اس لئے پہاڑ کے چٹانوں میں کھود

کھود کر مکانات بنائے تاکہ زلزلوں سے تباہ نہ ہو سکیں، ترانے کی ایک آواز پیدا ہوئی جس سے ساری قوم ہلاک ہو گئی۔ مکانات پڑے کے پڑے رہ گئے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا مقابلہ کرنا تھا اور فرعون کے پاس تو گھوڑوں کی کثیر تعداد فوج تھی موسیٰ علیہ السلام کو گھوڑے خریدنے تھے اور ایک فوج مرتب کرنی تھی لیکن وہ کس طرح تباہ ہوا اور اس کی فوج کس طرح غارت ہوئی دریائے نیل میں ڈبا دیا گیا اور پوری فوج غرق ہو کر ہلاک ہوئی۔

ہمارے نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں روم اور ایران کی دو بڑی طاقتیں تھیں جو آپس میں ایک دوسرے سے لڑتی تھیں تو کبھی یہ ہارتی اور کبھی وہ۔ بعثت کے تھوڑے دن قبل دونوں میں جنگ ہوئی تھی تو ایرانیوں نے وینس پر اس طرح قبضہ کر لیا تھا کہ نئی قسم کی کشتیاں بنالی تھیں جس پر رومی حملہ نہیں کر سکتے تھے ایرانی اپنی آہنی کشتی کی ٹھوکروں سے رومی کشتیوں کو ڈبا دیتے تھے غرض کہ دونوں کے پاس طرح طرح کے اسلحہ موجود تھے۔ لیکن جب اسلامی فوج تبوک کو روانہ ہوئی تو ادھر چند ہزار فوجی اور بوسیدہ اسلحہ اور نہایت نا کافی رسد ساتھ لے گئے ادھر رومیوں کی فوج دولاکھ سے زیادہ اور مسلح جس میں پیدل کم اور گھوڑ سوار زیادہ۔ یہاں دو آدمیوں پر ایک سواری مشکل سے تھی دو ماہ تک وہاں ٹھہرے لیکن رومیوں کو مقابلے کی ہمت نہ پڑی اور رفتہ رفتہ تمام سلطنت پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

میں یہ بتانا چاہتا ہوں زمانہ ہمیشہ آگے بڑھتا جاتا ہے آپ کے لئے کسی منزل پر پڑاؤ نہ ڈالے گا کہ آپ اس کی رفتار سے آگے بڑھ سکیں۔ قومیں جب آگے بڑھی ہیں تو اسباب غیبی سے۔ نیولین کیوں ہار گیا اس کے منصوبے اور اس کے سامان آپ کو معلوم ہیں، محض ایک ناگہاں بارش کی وجہ سے جاپان اور جرمن کیوں پسپا ہو گئے محض ایک جنگ کے ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے۔ انگریز ہندوستان سے کیوں ہٹے، دنیا کی فضا کے یکا یک بدل جانے کے سبب سے خدا کی مشیت ایسے ایسے حالات پیدا کر دیتی ہے عقل حیران رہ جاتی ہے۔

میں آپ کو یہ ہی کہوں گا کہ وقت کا تقاضہ ہے کہ آپ خدا کی طرف متوجہ ہو جائیں اپنے اخلاق کی اصلاح کریں امداد غیبی کی امید باندھ کر اپنے دل کی افسردگی اور پستی کو دور کریں دنیا کو دکھا دیں کہ آپ بہترین شہری بن کر ملک و قوم کے لئے مفید ہیں آپ نوع انسانیت کے بہترین بھی خواہ ہیں۔ اگر دوست ہیں تو لائق اعتماد دوست ہیں اور اگر مزدور ہیں تو کارآمد مزدور ہیں اور اگر دشمن ہیں تو خطرناک دشمن ہیں آپ میں یہ ساری صفتیں پیدا ہوں گی تو اتباع سنت سے خدا پر ایمان، اعتماد اور بھروسہ رکھنے سے ”وما تو فیقی الا باللہ“۔

دوا دارو

جلد کی دق

اور طب نبوی ﷺ

تپ دق جسم کے کسی بھی حصہ کو متاثر کر سکتی ہے سرد ممالک میں جلد کی دق ایک عام بیماری ہے، اگرچہ گرم ممالک میں یہ زیادہ دیکھنے میں نہیں آتی۔ لیکن لاہور میں اکثر اوقات ایسے مریض نظر آتے رہتے ہیں۔ تپ دق کے جراثیم جسم میں داخل ہونے کے بعد جسم کے کسی بھی حصہ کو اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں لیکن جلد کا متاثر ہونا روزمرہ کا مشاہدہ نہیں ہوتا اس مفروضہ کی وضاحت کرتے ہوئے متعدد خیالات زیر بحث آتے رہے ہیں۔

مثلاً جن کے جسم میں قوت مدافعت موجود ہے ان کے پھیپھڑے متاثر نہیں ہوتے۔ اس لئے جراثیم جلد پر کوشش شروع کر دیتے ہیں کام کاج کے دوران کوئی خراش آجائے یا شیو کے دوران زخم آجائے تو اس راستے سے جراثیم جلد میں داخل ہو کر بیماری پیدا کر سکتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ خسرہ کے حملہ سے جسم میں قوت مدافعت کمزور پڑنے کے بعد جلد میں دق کی نشوونما کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے ماہرین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ تپ دق سے متاثر غدودوں یا پھوڑوں سے نکلنے والی پیپ بھی اس صورت حال کو پیدا کر سکتی ہے۔

ابتدا جسم کے کسی بھی حصہ سے ہو مریض کے ہاتھوں یا خون کے ذریعہ بیماری، دوسرے مقامات تک سفر کر سکتی ہے۔ دق کے جراثیم کی تین اہم قسمیں مشاہدوں میں آتی ہیں انسانی، حیوانی اور پرندوں، کی اقسام Human-Bovine-Avian کے نام دیئے گئے ہیں خیال کیا جاتا تھا کہ آنتوں کی دق ہمیشہ جراثیم کی حیوانی قسم سے ہوتی ہے۔

لیکن پاکستان میں دق کے مریضوں کے طویل معائنوں کے بعد پروفیسر عبدالحمید خان نے معلوم کیا ہے کہ یہ بیماری انسانی قسم سے ہی زیادہ طور پر ہوتی ہے لیکن جلد کی دق کے بارے میں امریکی ماہرین نے 4000 مریضوں میں سے صرف 6 فیصدی کے زخموں میں سے جراثیم کی موجودگی پائی اور

ان میں سے نصف حیوانی قسم کے تھے یعنی 120 کے جراثیم کی نوعیت واضح ہو سکی۔

اس کا زیادہ تر شکار خواتین ہوتی ہیں ماہرین نے ابتدا میں اسے بچوں میں زیادہ کثرت سے پایا لیکن قوت مدافعت سے واقفیت بچوں میں BCG کے ٹیکوں اور دق کے مریضوں کی تعداد میں کمی کے باعث اس کے مریضوں کی تعداد میں متعدد بہ کمی آگئی ہے۔ لیکن یہ کمی ترقی یافتہ ممالک میں ان کے ذرائع کی وجہ سے ہوئی۔

البتہ پاکستان جیسے غریب ممالک میں جلد کو لگنے والی مسلسل دھوپ جراثیم کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔ اس اسباب میں سے ایک دلچسپ مفروضہ یہ ہے کہ دق کے جراثیم بعض کونوں کھدروں میں مہینوں تک چھپے رہ سکتے ہیں، گوشہ نشینی کے اس طویل عرصہ میں وہ جلد میں کسی شگاف کے منتظر رہتے ہیں، جیسے ہی کہیں دراڑ ملی یہ اس راستے سے گھس کر بیماری پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

علامات:

ابتدا پھنسیوں سے ہوتی ہے جن میں پانی پڑتا ہے چھلکے آتے اور ایگزیریمیا کی سی شکل بن جاتی ہے اس بیماری کو بالائی ہونٹ سے اوپر اس مقام سے زیادہ دلچسپی ہے، جہاں ناک ختم ہو کر ہونٹ سے ملتی ہے۔ ان دانوں کو اگر شیشے کی سلائیڈ سے دبا کر دیکھیں تو یہ ہلکے سرخ رنگ میں شفاف جھلک دیتے ہیں جسے ماہرین نے سیب کی جیلی کی سی شکل قرار دیا ہے Apple Jelly Appearance اس بیماری کا امتیازی نشان ہے۔

چھوٹے چھوٹے سرخ رنگ کے چھلکوں والے دانے ایسے لگتے ہیں کہ جیسے جلد میں دھنس کر نگینوں کی طرح جڑے ہیں۔ چہرے کے علاوہ جسم کے دوسرے تمام حصے یکساں طور پر متاثر ہو سکتے ہیں اکثر مریضوں میں ایک وقت میں ایک حصہ متاثر ہوتا ہے اس پر چھلکے آ کر تندرست ہو جانے کے بعد بدنماداغ رہ جاتے ہیں اور پھر بیماری کسی دوسرے مقام پر نمودار ہو جاتی ہے۔

مریضوں کی عمر جتنی زیادہ ہو بیماری اتنی زیادہ شدت سے آتی ہے۔ عام حالات میں یہ لمبی بیماری ہے جیسے کہ بدنماداغوں اور چھلکوں والے مقامات سے کینسر بھی نمودار ہو سکتا ہے۔ چونکہ اس کے علاج میں بنفشی شعائیں شروع سے ہی استعمال ہو رہی ہیں اس لئے لوگوں کا خیال رہا ہے کہ ان شعاعوں نے جلد میں کینسر پیدا کیا لیکن کینسر ایسے مریض کو بھی ہوا جن کے شعائیں نہیں لگی تھیں اس لئے کینسر کو

بیماری کا انجام ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

جلد کے علاوہ ساتھ میں دق جسم کے دوسرے اعضاء میں بھی موجود ہو سکتی ہے 11 فیصدی مریضوں میں آنتوں یا غدودوں یا پھیپھڑوں میں بھی دق کی بیماری موجود پائی گئی۔ بیماری اپنے آپ کو کسی ایک جگہ پر محدود نہیں رکھتی مختلف اقسام میں ظاہر ہونے کے ساتھ ساتھ جسم کے متعدد حصوں کو بدنما کرتی رہتی ہے افریقی اقوام میں بیماری کی ابتدا ایک پھنسی سے ہوتی ہے جو کہ پھیلتی ہوئی آنکھوں، ناک، کان اور ہونٹوں کے ارد گرد پھیل کر چہرے کو بھیانک بنا دیتی ہے چین میں جلد کی دق مسوں کی شکل اختیار کرتی ہے جن کا رنگ سرخ اور 90 فیصدی میں چہرہ، سر اور گردن متاثر ہوتے ہیں۔

تشخیص:

عام حالات میں اس بیماری کی تشخیص میں لیبارٹری سے زیادہ مدد میسر نہیں آ سکتی تشخیص کا زیادہ تر دارو مدار معالج کی ذاتی صلاحیت پر ہے، سرخ دانے جن میں بھورا پن جھل رہا ہو جھگھٹوں کی شکل میں جب نمودار ہوں اور ان کے پاس یا درمیان میں بدنما چھلکوں کے داغ نظر آئیں تو اسے جلد کی دق ہی قرار دیا جاتا ہے۔

شیشے کی سلائڈ سے دبائیں تو یہ سیب کی جیلی سے بھرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ دق میں خون کا ESR بڑھ جاتا ہے اور اکثر اوقات تشخیص اسی پر مبنی ہوتی ہے لیکن اس بیماری میں ESR زیادہ نہیں بڑھتا۔ چند ہی مریضوں میں یہ 25mm سے بڑھ کر تشخیصی اشارہ دیتا ہے۔

پھنسیوں کو چھیل کر ان کے مواد کو Ziehl Nelson کے طریقہ سے دیکھا جاسکتا ہے لیکن اس طریقہ سے تقریباً 8 فیصدی مریضوں میں جراثیم دیکھے جاسکے۔ جبکہ اسے کوڑھ سے علیحدہ سمجھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ پھنسیوں کی لیکس کو لیبارٹری میں کلچر کیا جاسکتا ہے۔ جس کا جواب تقریباً مہینہ بھر کے بعد ملتا ہے اور اگر جراثیم نہ ملیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مریض کو دق نہیں ہے۔

تشخیص کا یقینی طریقہ blospsy ہے زخم سے ایک ٹکڑا کاٹ کر اس کو خورد بینی معائنہ کے لئے پتھالو جسٹ کے پاس بھیجا جائے وہ اس ٹکڑے کے مطالعہ کے بعد یقینی تشخیص مہیا کر سکتا ہے ہمارے ایک مریض کے زخم سے آپریشن کے ذریعہ ایک نمونہ نکالا گیا جس کے خورد بینی معائنہ کے بعد یہ رپورٹ میسر آئی۔

Recieved a portion of skinrom the upper lip. Histology : the section showed multiple caseating granulomas with langhans type of gaint. The tissue was stained with modified ziehi neelsun method. it showed Acid fast bacili.(Sd/G.R.Qazi)

لیبارٹری سے اس یقینی تشخیص کو حاصل کرنے کے لئے مریض کو اذیت کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور یہ امکان موجود ہے کہ زخم اگر چہرے پر ہو تو اس کا بدنما داغ ہمیشہ کے لئے باقی رہ جائے۔

علاج

پرانے ڈاکٹر مریض کو مچھلی کا تیل پلاتے تھے کھانے میں وٹامن ڈی کی گولیاں calciferol بڑی مقبول تھیں۔ داغ اگر چہرے پہ نہ ہوں تو ان پر بنفشی شعائیں ultra violet rays کا ایک طویل کورس اب بھی مقبول ہے۔

تپ دق کی جدید ادویہ کے بعد کہتے ہیں کہ یہ بیماری بڑی آسان ہو گئی ہے ایک عام مریض کو INH کی 100 ملی گرام روزانہ دی جاتی ہے اور اگر جسم میں کسی اور جگہ بھی دق کے زخم موجود ہوں تو پھر دق کا باقاعدہ اور مکمل علاج دیا جائے۔

جس میں Rifampinic+INH-myambutol وغیرہ دیئے جائیں۔ عام طور پر چھ ماہ کا علاج کافی ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ مریض کی عمومی صحت پر توجہ دی جائے مچھلی کا تیل دق کے علاوہ جلد کی بیماری میں مفید ہے وٹامن کی گولیاں خون کی کمی کے لئے فولاد کے مرکبات اور عمدہ غذا کے ساتھ کھلی ہو ضروری ہیں۔

طب نبوی ﷺ

نبی اکرم ﷺ نے یہ محسوس فرماتے ہوئے کہ دق اور کوڑھ کے جراثیم ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں دونوں کے لئے ایک ہی علاج مناسب قرار دیا ہے زیتون کا تیل کھانا اور لگانا دونوں بیماریوں میں مفید قرار دیا ہے۔

حضرت زید بن ارقم روایت فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ذات الجنب کا علاج قسط البحری

اور زیتون کے تیل سے کریں

(احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

امام عیسیٰ ترمذیؒ نے ذات الجنب کو دق قرار دیا ہے۔

اور جدید تحقیقات سے بھی یہ معلوم ہوا ہے کہ پھیپڑوں میں سوزش (ذات الجنب) عام طور پر دق کے جراثیم کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے یہ علاج دق کی ہر قسم کے لئے مفید ہوگا۔
ایک عام مریض کا یوں علاج کیا گیا۔

۱۔۔۔۔۔ صبح نہار منہ بڑا چمچہ شہد۔

اچلتے ہوئے پانی میں اگر کمزوری زیادہ ہو تو اس کے ساتھ 4-6 کھجوریں۔

۲۔۔۔۔۔ قسط شیریں۔

(پیس کر) 4 گرام صبح۔ شام کھانے کے بعد۔

۳۔۔۔۔۔ سوتے وقت بڑا چمچہ زیتون کا تیل۔

زخم اگر زیادہ ہوں تو ان پر لگانے کے لئے۔ قسط شیریں 60 گرام۔ مہندی کے پتے

40 گرام۔

ان کو پیس کر 250 گرام روغن زیتون میں ملا کر ان کو ہلکی آنچ پر دس منٹ پکا کر چھان لیں

اس مرکب تیل میں کپڑا بھگو کر پٹی کی صورت باندھ دیا جائے اور اگر زخم زیادہ نہ ہوں یا چہرے پر ہوں تو انگلی سے تھوڑی مقدار بار بار لگادی جائے۔

یہ ایک ایسا علاج ہے جو اس سے ملتی جلتی تمام بیماریوں میں بھی مفید ہے مثلاً مریض کو اگر دق

نہ ہوتی اور زخم جلد کی سوزش کے ہیں تو بھی یہ نسخہ بہر حال مفید ہوگا کوڑھ اور جلد کی دوسری بیماریوں میں بھی اس کی افادیت مسلمہ ہے۔

مریض کو جلد کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ پر دق کا حملہ بھی اگر ہو تو یہی علاج اس کے لئے

بھی انشاء اللہ کافی ہوگا اس طریقہ سے دق کا مکمل علاج 4-6 ماہ میں مکمل ہو جاتا ہے جبکہ خالص جلد کی بیماری میں اکثر مریض تین ماہ قبل ہی شفا یاب ہو گئے۔

مناقب اہل بیت

حضرت حسینؑ کا بچپن میں علمی مشغلہ

حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت حسینؑ سے پوچھا کہ آپ کو حضور ﷺ کی کوئی بات یاد ہے۔ انہوں نے فرمایا، ”ہاں اک کھڑکی پر چڑھا جس میں کھجوریں رکھی تھیں، اس میں سے ایک کھجور میں منہ میں رکھ لی تو حضور ﷺ نے فرمایا، ”اس کو پھینک دو، ہمارے لیے صدقہ کا مال جائز نہیں۔“

حضرت حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”کسی مسلمان مرد یا عورت کو کوئی مصیبت پیش آئے پھر وہ کچھ عرصہ کے بعد اسے یاد آئے اور آنے پر پھر وہ ”إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ“ پڑھے تو اس کو اس وقت بھی اتنا ہی ثواب پہنچے گا جتنا مصیبت کے وقت پہنچا تھا۔“ (اخرجہ مسلم ۹۱۹)

حضرت حسینؑ سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ ”آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار کاموں میں مشغول نہ ہو“

حضرت حسینؑ کی تواضع انکساری

حضرت حسین بن علیؑ جن اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے حامل تھے ان میں ایک صف آپ کی تواضع اور عاجزی تھی یہ خوبی آپ کو آنحضرت ﷺ کی صحبت سے ہی حاصل ہوئی۔ ایک مرتبہ حضرت حسینؑ گھوڑے پر سوار گزر رہے تھے کہ غرباء کی ایک جماعت نظر آئی جو زمین میں بیٹھی روٹی کے ٹکڑے کھا رہی تھی آپ نے ان کو سلام کیا ان لوگوں نے کہا: ”فرزند رسول اللہ! ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائے“ آپ گھوڑے سے اتر کر ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور کھانے میں شریک ہوئے آپ نے اس موقع پر یہ آیت پڑھی: ”إِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِینَ“ (سورۃ النمل: ۲۳) ”یعنی اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔“

حضرت حسینؑ جب ان لوگوں کی روٹی کے ٹکڑوں پر شرکت فرما چکے اور فارغ ہوئے تو فرمایا، ”بھائیو! آپ نے مجھے دعوت دی میں نے قبول کیا، اب آپ سب میری دعوت قبول کیجئے“ ان لوگوں نے بھی دعوت قبول کر لی اور آپ کے مکان پر آئے، جب سب آکر بیٹھے تو آپ نے فرمایا، ”رباب! جو کچھ بھی بچا ہوا

محفوظ رکھا ہے اسے لے آؤ۔

”حسینؑ محبوب رسول ﷺ ہیں“

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بن علیؑ (گھر سے نکلے) نکلے ان کے گلے میں کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جو لٹک رہا تھا اور زمین پر گھسٹ رہا تھا کہ اس میں ان کا پاؤں الجھ گیا اور وہ زمین پر چہرے کے بل گر گئے حضور ﷺ انہیں اٹھانے کے لیے منبر سے نیچے اترنے لگے صحابہؓ نے جب حضرت حسینؑ کو گرتے ہوئے دیکھا تو انہیں اٹھا کر حضور ﷺ کے پاس لے آئے، حضور ﷺ نے انہیں لے کر اٹھایا اور فرمایا ”شیطان کو اللہ مارے، اولاد تو بس فتنہ اور آزمائش ہی ہے، اللہ کی قسم! مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا کہ میں منبر سے کب نیچے اتر آیا، مجھے تو بس اس وقت پتہ چلا جب لوگ اس بچہ کو میرے پاس لے آئے۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبالے کر

حضرت حسینؑ اور ان کے باپ شریک بھائی محمد بن حنفیہؓ میں کسی بات پر تلخی پیدا ہو گئی اور دونوں آپس میں ناراض ہو کر چل دیئے، محمد بن حنفیہؓ نے گھر پہنچ کر درج ذیل مضمون پر مشتمل ایک مکتوب حضرت حسینؑ کی خدمت میں روانہ کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد بن علیؑ کی طرف سے اس کے بھائی حسین بن علیؑ کی طرف ”سلام مسنون کے بعد۔۔ آپ کو ایسا مقام اور مرتبہ حاصل ہے جس تک میری رسائی ناممکن ہے، اس لیے کہ میری والدہ بنو حنفیہ کی ایک خاتون ہیں اور آپ کی والدہ فاطمہ الزہراءؑ دختر رسول ﷺ ہیں اگر میری والدہ جیسی عورتوں سے زمین بھر جائے پھر بھی آپ کی والدہ کے برابر نہیں ہو سکتیں، لہذا اس مقام و مرتبہ کی بناء پر میرا مکتوب پڑھتے ہی مجھے راضی کرنے میرے ہاں چلے آئیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ جس فضیلت کو پانے کے لیے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں میں اس میں پہل کر جاؤں، والسلام۔ (الامام الحسین، ص: ۹۹)

وہ شمع جو ٹکرائی ظلمات کے طوفان سے
اب صبح کے ہاتھوں ہے مہمان کوئی دم کی

قسط 10

کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں فلسفہ قدیم اور سائنسی نظریات کی تردید اور اسلامی نظریہ تخلیق کا اثبات و احقاق

حذیفہ وستانوی

(یعنی) قبل المسیح پانچ سو سے لے کر بیسویں صدی تک کائنات کے بارے میں مشہور فلسفیانہ و سائنسی نظریات کی مکمل تردید اور اسلامی نظریہ تخلیق کائنات کا قرآن و حدیث اور علماء حق کے اقوال کی روشنی میں مدلل اثباتی بیان

زمین کے توازنات

زمین کے محور کا جھکاؤ:

اگر زمین کا محور موجودہ حالت سے زیادہ جھکا ہوتا ہے:
تو زمین کے مختلف گوشوں میں درجہ حرارت میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔
اگر یہ محور موجودہ حالت سے کم جھکا ہوتا:
تو بھی کرۂ ارض کے مختلف گوشوں میں حرارت میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔
زمین کے اپنے محور کے گرد حرکت کی رفتار:
اگر زمین کی حرکت کی رفتار موجودہ رفتار سے کم ہوتی:

تو دن اور رات اس کے درجہ حرارت میں زبردست فرق ہوتا۔
اگر اس رفتار میں کچھ اضافہ ہو جاتا: تو زمین کے گرد فضائی غلاف میں موجودہ ہوائیں
بہت تیز چلنے لگتیں اور اس کے نتیجے میں جھکڑوں، طوفانوں اور ہلاکت خیز طوفانوں کے باعث
زندگی ناممکن ہو جاتی۔

زمین اور چاند کی متبادل قوت جاذبہ:

اگر یہ قوت جاذبہ موجودہ حالت سے کچھ زیادہ ہو جاتی تو: چاند کی قوت جاذبہ، زمین
کے گرد موجود فضائی غلاف، زمین کی اپنی محور کے گرد حرکت اور سمندروں کے مد و جزر پر زبردست
اثر ڈالتی۔

اگر یہ قوت کچھ کم ہو جاتی تو: زمین کے موسمی خطوں میں زبردست تبدیلی آ جاتی۔
کشش ارضی:

اگر زمین کی قوت جاذبہ موجودہ حالت سے زیادہ ہو جاتی: تو زمین کے فضائی غلاف میں امونیک اور میتھین گیس کی مقدار میں بہت اضافہ ہو جاتا جس کے نتیجے میں کرہ ارض پر زندگی مشکل ہو جاتی۔

اگر یہ قوت کچھ کم ہو جاتی: تو فضائی غلاف سے پانی کی بڑی مقدار غائب ہو جاتی اور نتیجہ اس سیارے پر زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔
زمین کی سورج سے دوری:

اگر زمین کا سورج سے فاصلہ کچھ بڑھ جاتا: تو زمین انتہائی سرد ہو جاتی، پانی کے چکر میں خلل آ جاتا اور اس کے نتیجے میں زمین کا گوشہ گوشہ برفانی عہد میں داخل ہو جاتا۔
اور اگر زمین کا سورج سے فاصلہ کچھ کم ہو جاتا: تو زمین اس کی تباہ کن حرارت سے جل اٹھتی، پانی کے چکر میں خلل آ جاتا اور اس سیارے سے زندگی کا وجود مٹ جاتا۔
قشر ارضی کی موٹائی:

اگر قشر ارضی (زمین کی اوپر کی چھال) موجودہ حالت سے کچھ زیادہ موٹا ہوتا: تو فضائی غلاف سے آکسیجن کی بڑی مقدار اس میں جذب ہو جاتی۔
اور اگر اس قشر کی موٹائی میں کچھ کمی ہو جاتی: تو ہر جگہ زمین کے اندر سے لاوا، ابل پڑتا اور اس کے نتیجے میں زندگی کا وجود باقی نہ رہ سکتا۔
مذکورہ عوامل ان حساس اور زندگی کے وجود اور بقا کے لئے ضروری توازنات کا لازمی جزو ہیں اور خود یہی عوامل اس بات کی دلیل ہیں کہ کائنات اور اس عالم کا ”اتفاق“ سے پیدا ہونا ناممکن ہے۔ (۳۰)

فضائی غلاف میں پانی اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کی کمیت:

اگر اس مقدار میں کچھ اضافہ ہو جاتا:

تو فضائی غلاف کی حرارت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا۔

اگر اس کمیت میں کچھ کمی آ جاتی:

تو فضائی غلاف کا درجہ حرارت بہت زیادہ گر جاتا۔

فضائی غلاف میں آکسیجن کی کمیت:

اگر یہ کمیت کچھ زیادہ ہو جاتی: تو ساری نباتات اور نشاستہ دار چیزیں بڑی سہولت سے جل جاتیں۔

اگر اس مقدار میں کچھ کمی ہو جاتی: تو جاندار سانس نہ لے سکتے۔

اوزون کی موٹائی:

اگر اوزون کی موٹائی میں اضافہ ہو جاتا: تو زمین کا درجہ حرارت کم ہو جاتا۔

اگر اس میں کمی ہو جاتی: تو سطح زمین کا درجہ حرارت بڑھ جاتا اور آخر کار سورج سے آنے والی بالائے بنفشی شعاعوں کے مقابلے کی طاقت ختم ہو جاتی۔

زمین کا مقناطیسی میدان:

اگر زمین کے مقناطیسی میدان میں کچھ اور شدت آ جاتی: تو زبردست قسم کی برقی مقناطیسی ہوائیں چلنے لگتیں۔

اگر اس میں موجودہ حالت سے کچھ کمی آ جاتی: تو زمین، چھوٹے چھوٹے ذرات کی صورت میں سورج سے آنے والی ہواؤں کا مقابلہ نہ کر سکتی ان دونوں حالتوں میں اس سیارے پر زندگی کا وجود ناممکن ہو جاتا۔

سورج کی شعاعوں کے انعکاس سے زمین سے اٹھنے والی شعاعوں کا اثر:

اگر یہ اثر موجودہ مقدار سے زیادہ ہوتا: تو زمین کے کونے کونے پر بڑی سرعت کے ساتھ برفانی عہد کا راج ہو جاتا۔

اور اگر یہ اثر موجودہ مقدار سے کم ہوتا: تو زمین کی اندرونی حرارت کا اثر درجہ حرارت میں اضافے کی صورت میں ظاہر ہوتا۔

اس کے نتیجے میں پہلے تو برفانی پہاڑ پگھلنے لگتے اور اس کے بعد ہر جگہ سیلاب آ جاتے اور آخر میں کرہ ارض ایک جلتے جسم میں تبدیل ہو جاتا۔

فضائی غلاف میں آکسیجن اور نائٹروجن کی نسبت:

اگر اس نسبت میں اضافہ ہو جاتا: تو حیاتیاتی سرگرمیوں میں اتنا شدید اضافہ ہو جاتا

جو نقصان دہ ہوتا۔

اگر اس نسبت میں کمی واقع ہو جاتی: تو حیاتیاتی سرگرمیوں میں اتنی سستی آ جاتی جس

سے اس عمل کو زبردست نقصان پہنچتا۔ (سلسلہ معجزات: ص ۶۸ تا ۷۱)

پانی کی حیرت انگیز خصوصیات:

پانی کی مختلف نہایت اہم خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ برف کی کثافت (Density) پانی سے کم ہوتی ہے، پانی وہ واحد معلوم مادہ ہے، جو جمنے کی بعد ہلکا ہو جاتا ہے، یہ چیز بقائے حیات کے لئے زبردست اہمیت رکھتی ہے، اس کی وجہ سے یہ ممکن ہوتا ہے کہ برف پانی کی سطح پر تیرتا رہتا ہے، اور دریاؤں جھیلوں اور سمندروں کی تہہ میں بیٹھ نہیں جاتا، ورنہ آہستہ آہستہ سارا پانی ٹھوس اور منجمد ہو جائے، یہ پانی کی سطح پر ایک ایسی حاجب تہہ بن جاتا ہے، کہ اس کے نیچے کا درجہ حرارت نقطہ انجماد سے اوپر ہی اوپر رہتا ہے، اس نادر خاصیت کی وجہ سے مچھلیاں اور دیگر آبی جانور زندہ رہتے ہیں، اس کے بعد جو بھی موسم بہار آتا ہے، برف فوراً پگھل جاتا ہے، اگر پانی میں یہ خاصیت نہ ہوتی تو خاص طور پر سرد ملکوں کے لوگوں کو بہت بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا۔ (مستفاد از: الاسلام یتحدی)

کائنات کے کیمیائی عناصر میں حیرت انگیز توازن:

کائنات میں سو سے زیادہ کیمیائی عناصر بالکل منتشر اور بے ترتیب بکھرے ہوئے ہیں، اب اس امر کا امکان کس حد تک ہے کہ ان تمام عناصر کے بے ترتیب ڈھریں سے نکل کر یہ پانچوں عناصر اس طرح باہم ملیں کہ ایک پروٹینی سالمہ آپ سے آپ وجود میں آجائے، مادے کی وہ مقدار ہے جسے مسلسل ہلانے سے اتفاقاً یہ نتیجہ نکل سکتا ہے اور وہ مدت جس کے اندر اس کام کی تکمیل ممکن ہو، حساب لگا کر معلوم کی جاسکتی ہے۔

سوتز لینڈ کے ایک ریاضی داں پروفیسر چارلس ایوجین گائی (Charles Eugene Guye) نے اس کا حساب لگایا ہے، اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس طرح کے کسی اتفاقی واقعہ کا امکان 10^{160} کے مقابلے میں صرف ایک درجہ ہو سکتا ہے۔ 10^{160} کا مطلب یہ ہے کہ دس کو دس سے ایک سو ساٹھ مرتبہ پے درپے ضرب دیا جائے دوسرے لفظوں میں دس کے آگے ایک

سوسائٹھ صفر۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسا عدد ہے جس کو الفاظ کی زبان میں ظاہر کرنا مشکل ہے۔ صرف ایک پروٹینی سالمہ کے اتفاقاً وجود میں آنے کے لئے پوری کائنات کے موجودہ مادہ سے کروڑوں گناہ زیادہ مقدار مادہ مطلوب ہوگی جسے یکجا کر کے ہلایا جائے، اور اس عمل سے کوئی نتیجہ برآمد ہونے کا امکان 10²⁴³ سال بعد ہے۔

پروٹین، اینوایسڈ (Amino Acids) کے لمبے سلسلوں سے وجود میں آتے ہیں، اس میں سب سے زیادہ اہمیت اس طریقہ کی ہے، جس سے یہ سلسلے باہم ملیں، اگر یہ غلط شکل میں یکجا ہو جائیں تو زندگی کی بقا کا ذریعہ بننے کے بجائے مہلک زہر بن جاتے ہیں، پروفیسر جے۔ بی۔ لیٹھر (J.B. Leathes) نے حساب لگایا ہے کہ ایک سادہ سے پروٹین کے سلسلوں کو اربوں اور کھربوں 10⁴⁸ طریقے سے یکجا کیا جاسکتا ہے، یہ ناممکن ہے کہ یہ تمام امکانات ایک پروٹینی سالمہ کو وجود میں لانے کے لئے محض اتفاق سے یکجا ہو جائیں۔

واضح ہو کہ اس انتہائی بعید امکان کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ بے شمار مدت کی تکرار کے بعد لازماً یہ واقعہ ظہور میں آجائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ممکن ہے، ایسا ہو جائے، دوسری طرف یہ امکان بھی ہے کہ ہمیشہ دہراتے رہنے کے باوجود کبھی بھی ایسا کوئی واقعہ ظہور میں نہ آئے۔

پھر پروٹین خود محض ایک کیمیائی شے ہے، جس میں زندگی موجود نہیں ہوتی، پروٹین کے خلیہ کا جز بننے کے بعد اس میں زندگی کی حرارت کیسی پیدا ہوئی اس کا جواب اس توجہیہ میں نہیں ہے پھر یہ بھی خلیہ کے صرف ایک ترکیبی جزو پروٹین..... کے صرف ایک ناقابل مشاہدہ ذرہ کے وجود میں آنے کی توجہیہ ہے، جب کہ صرف ایک ذی حیات کے اندر سنگھ مہاسنگھ (یعنی بے شمار اور لاتعداد) کی تعداد میں ایسے مرکبات ہوتے ہیں۔

لے کامٹے ڈونوائے (Le Comte Du Nouy) نے اس پر بہت عمدہ اور مفصل بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح کے امکان کے ظہور میں آنے کے لئے جس وقت، جس مقدار مادہ اور جس پہنائی کی ضرورت ہوگی وہ ہمارے تمام اندازوں سے ناقابل یقین حد تک زیادہ ہے، اس کے لئے ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے جس کا دائرہ

انتابڑا ہو جس میں روشنی 82 10 سال (دس کے آگے ۸۲ صفر) سفر کر کے اس کو پار کر سکتی ہو، یہ حجم موجودہ کائنات سے بہت زیادہ ہے کیوں کہ ہماری بعید ترین کہکشاں کی روشنی چند بلین سال نور میں ہم تک پہنچ جاتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آئن سٹائن نے کائنات کی وسعت کا جو اندازہ کیا ہے، وہ اس عمل کے لئے قطعاً کافی ہے، پھر اس مفروضہ کائنات میں پانچ سو ٹریلین حرکت فی سکینڈ کی رفتار سے مادہ کی مفروضہ مقدار کو ہلایا جائے تب کہیں اس امر کا امکان پیدا ہوگا کہ پروٹین کا ایک سالمہ اتفاق سے وجود میں آئے جو زندگی کے لئے ضروری اور مفید ہے، اور اس سارے عمل کے لئے جس مدت کی ضرورت ہے وہ 2430 10 (دس کے آگے ۲۴۳ صفر) بلین سال ہے، مگر ”ہمیں بھولنا نہیں چاہئے“ ڈونوائے لکھتا ہے ”کہ زمین صرف دو بلین سال سے موجود ہے اور یہ کہ زندگی کی ابتدا صرف ایک بلین سال پہلے ہوئی جب کہ زمین ٹھنڈی ہوئی۔“ (Human Destiny, p.30-36)

سائنس نے اگرچہ ساری کائنات کی عمر دریافت کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ موجودہ کائنات پچاس کھرب سال سے موجود ہے، ظاہر ہے کہ یہ طویل عمر بھی ایک مطلوبہ پروٹینی سالمہ کو اتفاقاً وجود میں لانے کے لئے ناکافی ہے، مگر جہاں تک زمین کا تعلق ہے جس پر ہماری معلوم زندگی پیدا ہوئی اس کی عمر تو نہایت قطعیت کے ساتھ معلوم کر لی گئی ہے۔

ماہرین فلکیات کے اندازے کے مطابق زمین سورج کا ایک ٹکڑا ہے جو کسی بڑے ستارے کی کشش سے ٹوٹ کر فضا میں گردش کرنے لگا تھا، اس وقت زمین سورج کی مانند ایک مجسم شعلہ تھی جس میں کسی بھی قسم کی زندگی پیدا ہونے کا کوئی سوال نہیں تھا، اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہو کر منجمد ہوئی، اس انجماد ہی کے بعد یہ امکان پیدا ہوتا ہے کہ اس میں زندگی کا آغاز ہو۔

زمین کی عمر جب سے کہ وہ ٹھوس ہوئی مختلف طریقوں سے نہایت صحیح طور پر معلوم کی جاسکتی ہے، ان میں سب سے عمدہ طریقہ تابکار عناصر (Radio-Active Elements) کے ذریعہ معلوم ہوا ہے، تابکار عناصر کے ایٹم کے برقی ذرات ایک خاص تناسب سے مسلسل خارج ہوتے رہتے ہیں، اور اسی لئے وہ ہم کو روشن نظر آتے ہیں، اس اخراج یا انتشار کی وجہ سے

ان کے برقی ذرات کی تعداد لھتی رہتی ہے، اور وہ دھیرے دھیرے غیر تابکار دھات میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں، یورینیم اسی قسم کا ایک تابکار عنصر ہے۔ وہ عمل انتشار کی وجہ سے ایک خاص اور متعین شرح سے سیسہ میں تبدیل ہوتا رہتا ہے، یہ پایا گیا ہے کہ اس تبدیلی کی شرح کسی بھی سخت ترین حرارت یا دباؤ سے متاثر نہیں ہوتی، ہم تبدیلی کی اس رفتار کو اٹھل سمجھنے میں حق بجانب ہیں، یورینیم کے ٹکڑے مختلف چٹانوں میں پائے جاتے ہیں، اور بلاشبہ وہ اس وقت سے چٹان کا جزو ہیں، جب کہ یہ چٹان منجمد ہوئی یورینیم کے ساتھ ہم سیسہ پاتے ہیں، ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ تمام سیسہ جو یورینیم کے ساتھ پایا جاتا ہے، وہ یورینیم کے انتشار (Disintegration Of Uranium) سے وجود میں آیا ہے، کیوں کہ یورینیم سے بنا ہوا سیسہ عام سیسے سے کچھ ہلکا ہوتا ہے، اس لئے سیسہ کے کسی بھی ٹکڑے کے بارے میں یہ کہنا ممکن ہے کہ وہ یورینیم سے بنا ہے یا نہیں، اس سے ہم حساب لگا سکتے ہیں کہ یورینیم جس چٹان میں ہے وہاں کتنی مدت سے اس پر انتشار کا عمل ہو رہا ہے، اور چوں کہ یورینیم چٹان میں اس وقت سے ہے، جب کہ وہ چٹان منجمد ہوئی، اس لئے ہم اس کے ذریعے سے خود چٹان کے انجماد کی مدت معلوم کر سکتے ہیں۔

اس طرح کے اندازے بتاتے ہیں کہ چٹان کے انجماد کو کم از کم چودہ سو بلین سال گزر چکے ہیں، یہ اندازے ان چٹانوں کے مطالعہ پر مبنی ہیں جو ہمارے علم کے مطابق زمین کی قدیم ترین چٹانیں ہیں، کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے زمین کی عمر اس سے بہت زیادہ مثلاً دو گنا اور تگنا ہو، مگر ارضیاتی مشاہدہ کے دوسرے شواہد اس طرح کے غیر معمولی اندازوں کی تردید کرتے ہیں، چنانچہ جے، ڈبلیو، این، سولیون نے زمین کی عمر کا ایک بہتر اوسط دو ہزار ملین سال قرار دیا ہے۔

(Limitations of Science p.78)

اب ظاہر ہے کہ جب صرف ایک غیر ذی روح پروٹینی سالمہ کے مرکب کو اتفاقاً وجود میں لانے کے لئے سنکھ مہاسنکھ سے بھی زیادہ مدت درکار ہے تو صرف دو ہزار ملین سال میں زمین کی سطح پر زندہ اور مکمل اجسام رکھنے والے حیوانات کی دس لاکھ سے زیادہ اور نباتات کی دو لاکھ سے زیادہ اقسام کیسے وجود میں آ گئیں؟ اور ہر قسم میں لا تعداد حیوانات و نباتات پیدا ہو کر خشکی

اور تری میں کیسے پھیل گئے؟ اور پھر انہیں ادنیٰ درجہ کی ذی روح اشیا سے اتنی قلیل مدت میں انسان جیسی اعلیٰ مخلوق اتفاقاً کیسے وجود میں آ گئی؟ جب کہ نظریہ ارتقاء انواع میں جن اتفاقی تبدیلیوں کے اور پر اپنی بنیاد کھڑی کرتا ہے، ان میں سے ہر تبدیلی کا حال یہ ہے کہ ماہر ریاضی پاچو (Patau) نے حساب لگایا ہے کہ کسی ذی حیات میں نئی تبدیلی کو مکمل ہوتے ہوتے دس لاکھ پشتوں کے گزر جانے کا امکان ہے۔ (The Evidence of God.p117)

اس سے اندازہ کیجئے کہ اگر محض ارتقاء کے اندھے مادی عمل کے ذریعہ کتے کی طرح پانچ انگلیاں رکھنے والے جد امجد کی نسل میں بے شمار تبدیلیوں کے جمع ہونے سے گھوڑے جیسا مختلف جانور بن گیا ہے، تو اس کے بننے میں کتنا عرصہ درکار ہوگا؟ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امریکی عالم عضویات ایم۔ بی کریڈر (Martin Broks Kreider) کے الفاظ کس قدر صحیح ہیں:

"The Mathematical probability of a chance occurrence of all the necessary in the right proportion is almost nil.

(The Evidence of God, p.67)

یعنی تخلیق کے تمام ضروری اسباب کا صحیح تناسب کے ساتھ اتفاقاً اکٹھا ہو جانے کا امکان ریاضیاتی طور پر قریب قریب نفی کے برابر ہے۔

یہ طویل تجزیہ محض اتفاقی پیدائش کے نظریے کی لغویت واضح کرنے کے لئے کیا گیا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ”اتفاق“ سے نہ کوئی ایٹم یا مالے کیول وجود میں آ سکتا ہے، اور نہ وہ ذہن پیدا ہو سکتا ہے، جو یہ سوچ رہا ہے کہ کائنات کیسے وجود میں آئی، خواہ اس کے لئے کتنی ہی طویل مدت فرض کی جائے، یہ نظریہ نہ صرف ریاضیاتی طور پر محال ہے، بلکہ منطقی حیثیت سے بھی وہ اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا، یہ ایسی ہی لغویات ہے، جیسے کوئی کہے کہ ایک گلاس پانی فرش پر گرنے سے دنیا کا نقشہ مرتب ہو سکتا ہے، ایسے شخص سے بجا طور پر پوچھا جاسکتا ہے کہ اس اتفاق کے پیش آنے کے لئے فرش، کشش ارضی، پانی اور گلاس کہاں سے وجود میں

آ گئے۔ (مستفاد از - الاسلامیت حدی)

خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

مرد بیوی سے بے پناہ پیار کرتا ہے یہ اللہ کی نشانی ہے

”وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ“ ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی یقیناً غور فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں“

تشریح: ”مَوَدَّة“ سے مراد یہ ہے کہ مرد بیوی سے بے پناہ پیار کرتا ہے اور ایسے ہی بیوی شوہر سے، جیسا کہ عام مشاہدہ ہے، ایسی محبت جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے دنیا میں کسی بھی دو شخصوں کے درمیان نہیں ہوتی اور رحمت یہ ہے کہ مرد بیوی کو ہر طرح کی سہولت اور آسائشیں بہم پہنچاتا ہے جس کا مکلف اسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور ایسے ہی عورت بھی اپنے قدرت و اختیار کے دائرہ میں۔ تاہم انسان کو یہ سکون اور باہمی پیار انہیں جوڑوں سے حاصل ہوتا ہے جو قانون شریعت کے مطابق باہم نکاح سے قائم ہوتے ہیں اور اسلام انہی کو جوڑا قرار دیتا ہے۔ غیر قانونی جوڑوں کو وہ جوڑا ہی تسلیم نہیں کرتا بلکہ انہیں زانی اور بدکار قرار دیتا ہے اور ان کے لئے سخت سزا تجویز کرتا ہے۔ آج کل مغربی تہذیب کے علمبرداران مذموم کوششوں میں مصروف ہیں کہ مغربی معاشروں کی طرح اسلامی ملکوں میں بھی نکاح کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے بدکار مرد عورت کو ”جوڑا“ (couple) تسلیم کروایا جائے اور ان کے لئے سزا کی بجائے وہ حقوق منوائے جائیں جو ایک قانونی جوڑے کو حاصل ہوتے ہیں۔ ”قاتلہم اللہ انی یوفکون“

آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو قرض ادا کرنے کی دعا سکھائی

سوتے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھنا مسنون ہے، لہذا اپنے متعلقین اور متعلقات کو یہ دعا سکھا دیجئے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو یہ دعا پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی۔ ”اللہم رب السموات

السبع ورب العرش العظيم ربنا ورب كل شيء منزل التوراة والانجيل والفرقان فالحق الحب والنوى، اعوذ بك من شر كل شيء أنت آخذ بناصيته، اللهم أنت الأول فليس قبلك شيء وأنت الآخر فليس بعدك شيء، وأنت الظاهر فليس فوقك شيء، وأنت الباطن فليس دونك شيء، اقض عنا الدين واغننا من الفقر“ (صحیح مسلم، تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۵۳۲)

ترجمہ: اے اللہ! اے ساتوں آسمانوں کے اور عرش عظیم کے رب! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! اے تورات وانجیل اور قرآن کے اُتارنے والے! اے دانوں اور گٹھلیوں کے اُگانے والے! تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، میں تیری پناہ میں آتا ہوں، ہر اس چیز کی برائی سے کہ اس کی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے تو اوّل ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا، تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ نہیں، تو ظاہر ہے کہ تجھ سے اونچی کوئی چیز نہیں، تو باطن ہے کہ تجھ سے چھپی ہوئی کوئی چیز نہیں، ہمارے قرض ادا کرادے اور ہمیں فقیری سے غنادے۔

حضرت ابوصالح اپنے متعلقین کو یہ دعا سکھاتے اور فرماتے، سوتے وقت دہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵، صفحہ ۲۶۸)

کھانا بھی ذکر کرتا ہے

حضرت ابن مسعودؓ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھانے میں کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبناہٹ کی طرح تسبیح خدا کر رہی تھیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں بھی۔ یہ حدیث صحیح میں اور مسندوں میں مشہور ہے کچھ لوگوں کو حضور ﷺ نے اپنی اونٹنیوں اور جانوروں پر سوار کھڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ سواری سلامتی کے ساتھ لو اور پھر اچھائی سے چھوڑ دیا کرو۔ راستوں اور بازوؤں میں لوگوں سے باتیں کرنے کی کرسیاں اپنی سواریوں کو نہ بنالیا کرو۔ بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی اور ان سے افضل ہوتی ہیں (مسند احمد) سنن نسائی میں ہے کہ حضور ﷺ نے مینڈک کے مار ڈالنے کو منع فرمایا اور فرمایا اس کا بولنا تسبیح خدا ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۳، صفحہ ۲۰۲)

معرفت کے سفر میں

اسوۃ حسنہ ﷺ

بنت ثقیل

رب کا دلارا جگ کا پیارا

دل کا ٹکڑا۔ آنکھ کا تارا

شافع رسول اللہ مصطفیٰ ﷺ۔۔ ایک ایسی کامل ذات جس کا ذکر میری زباں پے ہے میں اپنی زباں کو خوش قسمت تصور کرتی ہوں۔

میرا موضوع وہ ہے جس پہ قرآن پکار اٹھا میرا موضوع وہ ہے جس کو ابو جہل نے بھی مانا

میرا موضوع وہ ہے جو خود اپنی تشریح کرتا ہے میرا موضوع وہ ہے جس پہ اللہ کہتا ہے

”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ“

نسائی نے کتاب التفسیر میں یزید بن باینوس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا خلق کیسا اور کیا تھا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آنحضرت کا خلق یعنی طبعی عادت وہ تھی جو قرآن کریم

میں ہے اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دس آیتیں تلاوت کر کے فرمایا بس یہی خلق و عادت

تھی رسول اللہ ﷺ کی“

لیکن اگر معرفت کے پہلو سے اپنے آپ کا جائزہ لیا جائے تو کیا ہم جانتے ہیں اس ہستی کو؟

کیا ہم اس راہنما کے پیروکار ہیں؟ کیا ہم واقعی نام محمد ﷺ کی حقیقت سے آشنا ہیں؟ اس کا جواب میں

نہیں دوں گی بلکہ اس کا جواب تو چودہ سو سال پہلے ایک ایسی چیز دے گئی جو اشرف المخلوقات سے برتر تو

نہ تھی۔ مگر بازی لے گئی۔

معرفت ہو گئی اس درخت ناچیز کو حاصل

افسوس کہ آج کا امتی انھیں پہچان نہ سکا

حضرت سید الکونین ﷺ ایک سفر میں تھے اثنائے سفر دیہاتی آپ ﷺ کے سامنے سے گزرا آپ ﷺ نے اس کو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ اس دیہاتی نے کہا میں اپنے گھر جا رہا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اپنے گھر جا رہے ہو تو ہمارے پاس سے خیر کی بات لے کر جاؤ۔ اس دیہاتی نے کہا وہ کون سی خیر کی بات ہے جو آپ ﷺ پیش کرنا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے کلمہ شہادت کے یہ الفاظ سنا دیئے۔

”تشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمد عبد ورسوله“۔

اس پر اس دیہاتی نے کہا کہ اس کی سچائی پر کون گواہی دے گا؟ وہاں سے کچھ دوری پر وادی کے کنارے ایک درخت تھا آقائے نامدار تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ”درخت“ شہادت دے گا، چنانچہ آپ ﷺ نے اس درخت کو اپنے پاس بلایا تو وہ درخت زمین پھاڑتا ہوا حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے کلمہ شریف سے تین مرتبہ شہادت دی اس کے بعد وہ درخت جیسے آیا تھا ویسے ہی اپنی جگہ واپس پہنچ گیا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ معجزہ جب اس دیہاتی نے دیکھا تو بے ساختہ پکارا اٹھا کہ ”آپ ﷺ کے سچے رسول ہیں“ (مجمع الزوائد: 292/8 حدیث نمبر 5636)

آج جب کہ س مبارک ذات کی زندگی کا اک اک لمحہ ہمارے سامنے کھلی کتاب ہے۔ ان کا صبر، ان کا حوصلہ، انکی جرأت، انکی عظمت، انکی امانت داری، انکی پردہ داری، انکی میانہ روی، کیا ہم اتر پائے ہیں اس معیار پر؟ کیا ہم ڈھل پائے ہیں اس سانچے میں؟

میں بھٹک رہا ہوں تباہیوں کے کارواں میں

جب سے سانچہ رسالت کو ہاتھ سے گویا ہے

اسلام کی تاریخ کو اگر اٹھا کر نظر ثانی کی جائے تو جب اسلام کی گونج دنیا کے ہر کونے سے اُٹھ رہی تھی، مدینہ شہر ایک اسلامی ریاست بن گیا تھا، تو ذہن اس بات کو ضرور ٹٹولے گا کہ

”وہ کیا اسلوب دعوت ہوگا“ جو ہر اک دل میں گھر کر گیا، جس نے ہر اک کے دل کو کھٹکھٹایا

وہ معیار کیا تھا؟ اس کا جواب بھی یہی آیت مبارکہ ہے۔

”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ“

معرفت کے سفر جب اس معیار کو ٹٹولا تو چند موتی ہاتھ آئے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

* حضرت محمد ﷺ کا اسلوب دعوت، صبر و استقامت تھا۔

* آپ ﷺ کا اسلوب دعوت، لوگوں کی مدد اور راہنمائی تھا۔

* ان کا اسلوب دعوت، اعلیٰ کردار تھا کہ قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان نے بھی آپ ﷺ کے کردار کی تعریف کی۔

* ان کا اسلوب دعوت، بے جا بحث و تمحیص سے گریز تھا اور آج ہم ان بے جا بحثوں میں الجھ گئے اور اپنے دعوتی مشن سے ہٹ گئے۔

* ان کا اسلوب دعوت، اللہ ذوالجلال کا یہ فرمان تھا ”أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادْ لَهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ (النحل 125)

تلاش معرفت کے میں جس سفر میں تھا

میرا مقام آخر قرب الہی ہی تھا

راہنما عجب تھا کہ میں کسی موڑ نہ پھیلا

جو ایک سیدھے صراط پے چلاتا گیا

جو سنگ میرے رحمتوں کی بارات تھا

اس منور راہنما کے دست کرم سے

کئی معرفت کے موتی سمیٹے اور برکھے

موتیوں کو پڑھ کر معرفت الہی کو سمجھا

کہ ہر موتی پے نام، نام محمد کا تھا

غرض میرے سفر کی ابتداء بھی وہ راہنما تھا

میرے سفر کی انتہا بھی وہ راہنما تھا

غزل

جناب انور صابری صاحب

ہزار بار نشیمن بنے اُجڑ جائے
خزاں کے تلخ نتائج بھی ناگوار نہیں
خدا کرے کہ شریک مزاج گلشن ہوں
تمہارے در کے سوا جس کا آسرا ہی نہیں
قدم قدم پہ قیامت نفس نفس مشکل
اسی کو خاص ہوئی نسبت کرم حاصل
میں ایسی موت پہ کردوں نثار عمر ابد
جنونِ شوق کی راہ طلب بدل نہ سکی
ہیں سازِ عشق میں پنہاں کچھ ایسے نغمے بھی
یہ دورِ ڈھال رہا ہے وہ پیکرِ انساں
بلا خلوص محبت سکوں ہے نا ممکن
یہ بات آج کی دنیا کو کون سمجھائے

حیات اس کی ہے ننگ حیات اے انور

وہ آدمی جو غم زندگی سے گھبرائے

ماہنامہ ملیہ کیلئے مضامین بھیجنے والے حضرات متوجہ ہوں!

رسالہ کے صفحات آپ کی نگارشات کیلئے حاضر ہیں

برائے مہربانی اپنے مضامین ان پیج (INPAGE) میں ٹائپ کروا کر ہماری ای

میل milliafsd@yahoo.com پر اس ان پیج فائل کو Attach کر کے بھجوائیں۔

اس سے اغلاط کا امکان کم ہو جاتا ہے، اور سرلیح الاشاعت ہے۔